مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

جلد نمبر 62/72

مورخہ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

شمارہ نمبر 35

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ حکایات اہل دل
■ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ......
■ نتیش کمار کے توقعات اور......
■ اسلامی تہذیب کی خصوصیات......
■ موجودہ معاشرہ اور مسلم والدین
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ لوگ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اللہ رب العزت کے نزدیک جو بندے پسندیدہ ہیں ان کے اوصاف پر قرآن کریم کی روشنی میں باتیں کی جا چکی ہیں اب اس کا ایک دوسرا پہلو پیش کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون کون سے کام اللہ کے نزدیک بندے کو ناپسند بنا دیتے ہیں۔ سارے منفی اور سلبی اوصاف کا یہاں ذکر مقصود نہیں ہے بلکہ ان اوصاف کا ذکر کرنا ہے جن کے بارے میں اللہ نے اپنی کتاب میں " إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ"، "وَاللّٰهِ لاَ يُحِبُّ" اور "لاَ يُحِبُّ اللّٰهُ" (اللہ ناپسند کرتا ہے) کے ذریعہ اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کیا ہے۔

ان اوصاف میں ایک یہ ہے کہ انسان کسی بھی معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کرے اس لئے کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے اور آگے بڑھ جانے والے کو بالکل پسند نہیں کرتے، ارشاد ربانی ہے " اِنَّ اللّٰــهَ لاَ يُحِــبُّ الْـمُعْتَـدِيْنَ (سورۃ البقــرۃ: 19) یہ حد سے گزرنا کسی بھی موقع اور کسی بھی معاملہ میں ہو سکتا ہے، ایک تو میدان جنگ ہے جہاں آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ نفرت و دشمنی کی وجہ سے حد سے تجاوز کرتا ہے اور ان حدود کو پار کر جاتا ہے جو شریعت نے ایسے موقعوں کے لئے مقرر کیا ہے، مثلاً جنگ کے میدان میں مرنے والوں کی اہانت، ان کا مُثلہ یعنی ناک کان کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دینا، یہ شریعت کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتے۔

بعض لوگ دعاؤں میں بھی حد سے گزر جاتے ہیں، اللہ رب العزت کا حکم ہے کہ "اپنے رب کو پکارو، گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (الاعراف: 55) دعا میں لفظی تکلفات، قافیہ بندی، غیر ضروری شروط، اپنے علاوہ دوسروں کے لئے بد دعاء، بلاضرورت چلّا کر دعا کرنا یہ سب حد سے تجاوز کرنے کے ذیل میں آتے ہیں (معارف القرآن: ج3 ص 57) حد سے گزرنے کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ بندہ ان چیزوں کو حلال سمجھنے لگے جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اے ایمان والو! اللہ نے تمہارے لئے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام قرار نہ دو اور حد سے آگے نہ نکلو، یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ حد سے آگے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (المائدۃ: 87)

اللہ رب العزت نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ لوگ اپنے طور پر حلال و حرام کی تعیین کرنے لگیں، اللہ رب العزت نے اسے اپنی ذات پر بہتان اور گناہ قرار دیا ہے (النحل: 116) حد سے تجاوز کرنے کی ایک شکل چیخ چلّا کر باتیں کرنا بھی ہے، اللہ رب العزت کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ مظلوم کے علاوہ کوئی زور سے چلا کر بات کرے، مظلوم کا آہ و بکا اور چیخ و پکار کرنا فطری ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے اس کا استثناء کر دیا اور فرمایا: "اللہ رب العزت زور سے ایک دوسرے کو پکارنے کو پسند نہیں کرتے الا یہ کہ اس پر ظلم کیا گیا ہو (سورۃ النساء: 148)

اللہ کے ناپسندیدہ بندوں میں اللہ پر ایمان نہ لانے والے، اس کے معبود ہونے کا انکار کرنے والے اور اس کو کائنات کا خالق و مالک نہ ماننے والے بھی ہیں، جنہیں کافر کہا جاتا ہے، ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی بیان کی کہ وہ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں اور نبیوں اور عدل و انصاف کی بات کرنے والوں سے لڑتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں دردناک عذاب کی وعید دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ عدل و انصاف کی بات کہیں انہیں بھی قتل کر ڈالتے ہیں تو اے نبی! انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو گئے، اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔" (آل عمران: 21-22)

اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کو خوش خبری سنائی ہے۔ "کفر کرنے والوں پر ان کے کفر کا وبال ہوگا اور نیک کام کرنے والے اپنی ہی آرام گاہ سنوار رہے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، بے شک وہ ناشکروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (الروم: 45)

کفر اور شرک دونوں نتائج کے اعتبار سے ایک ہیں، کفر انکار کو کہتے ہیں اور شرک اللہ رب العزت کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کر لینے کو، چوں کہ اللہ کا کوئی ہم سر نہیں ہے اس لئے اس کے ساتھ کسی کو کسی بھی طرح شریک کرنا بڑا ظلم ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ "شرک بڑا ظلم ہے۔" (سورۃ لقمان: 13)

اتنا بڑا ظلم کہ اللہ سارے گناہ کو معاف کر سکتا ہے، لیکن شرک معافی والی فہرست سے باہر ہے؛ کیوں کہ اللہ کے ساتھ جو شریک ٹھہراتے ہیں، اللہ ان کی مغفرت نہیں فرماتا، اس لئے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اس نے اللہ پر بہتان باندھا۔ (سورۃ النساء: 48) اللہ کو یہ افترا اور بہتان پسند نہیں ہے، یہ ظلم کا کامل درجہ ہے، اس میں دوسرے ادنیٰ درجہ کے ظالمین بھی شامل ہیں، اللہ کا اعلان ہے کہ اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" والـلّٰــه لا يُحِــبُّ الـظّٰـلـمين." (آل عمران: 57) اللہ رب العزت نے مومنین کو تسلی دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ "ہم لوگوں کے درمیان حالات کی ادلا بدلی کرتے رہتے ہیں، اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔" (آل عمران: 140)

اس سلسلے میں اللہ رب العزت نے بندوں کے لئے یہ اصول بھی بیان فرمایا کہ "بُرائی کا بدلہ اسی قدر برائی سے دیا جا سکتا ہے، تو جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لیا تو اس کا بدلہ اللہ رب العزت کے ذمہ ہے کیوں کہ اللہ ظالمین کو پسند نہیں فرماتا (الشوری: 40)

اس قسم کے تمام لوگ جو حد سے گزرنے والے ہیں، وہ ظلم کرنے والے ہیں اور اللہ کی زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں، حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اصلاح کا کام کر رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ لوگ فسادی ہیں۔ ان کا عمل تو یہ ہے کہ "وہ زمین میں فساد ڈالتے پھرتے ہیں، کھیتی اور جانوں کو تباہ کرتے ہیں، اللہ ایسے مفسدین کو پسند نہیں کرتا (البقرہ: 205) اسی طرح آپس کی دشمنی اور لڑائی جھگڑے کو بھی اللہ تعالیٰ سخت ناپسند کرتا ہے۔ یہود کے عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ قیامت تک کے لیے ان کے برے اعمال اور کفر و سرکشی کی وجہ سے ان کے اندر آپسی دشمنی اور عداوت ڈال دی گئی۔ "اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے، جب کبھی لڑائی کے لیے آگ سلگاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے، اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (المائدہ: 64) اللہ رب العزت کا یہ بھی فرمان ہے کہ "جو مال تمہیں دیا گیا ہے، اسے آخرت کی تیاری کے لئے خرچ کرو، دنیاوی ضرورتوں کو بھی نہ بھولو، احسان کیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔" (القصص: 77)

اللہ رب العزت نے بے جا خرچ کرنے کو منع کیا اور اللہ کے نیک بندوں کی صفت اعتدال سے خرچ کرنے کو قرار دیا، فرمایا کہ "اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی (بلکہ) ان کا خرچ کرنا ان (دونوں) کے درمیان (حد اعتدال پر) ہوتا ہے۔" (الفرقان: 67)

اللہ کا حکم ہے کہ بے جا خرچ نہ کرو، اس لئے کہ "بے جا خرچ کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں۔" (الانعام: 14) اللہ چاہتے ہیں کہ کھاؤ، پیو اور حد سے نہ بڑھو (یعنی فضول خرچی نہ کرو)، اس لئے کہ "حد سے بڑھنے والے اللہ کے محبوب نہیں ہو سکتے۔" (الاعراف: 31)

اللہ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ بنانے والی ایک صفت خیانت ہے یہ خیانت مال میں بھی ہوتی ہے، امانت میں بھی اور راز دارانہ گفتگو کے افشاء کے ذریعہ بھی، یہ منافق کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے، بھلا جس میں منافق کی علامت ہو اسے اللہ کس طرح پسند کر سکتے ہیں، اللہ نے اعلان فرما دیا کہ "اللہ خائنین کو پسند نہیں کرتا (الانفال: 58) اسی طرح اللہ رب العزت کو تکبر بھی پسند نہیں ہے، اس لیے کہ کبر اللہ کی چادر ہے جو اس میں داخل ہوگا، ذلیل ہو جائے گا، ایک حدیث قدسی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "عزت میری ازار اور کبریائی (بڑائی) میری چادر ہے چنانچہ جو شخص ان دونوں میں سے کوئی شے مجھ سے کھینچے گا میں اسے عذاب دوں گا" (صحیح مسلم)

اس کا حکم ہے کہ "اللہ رب العزت نے جو تمہیں ہدایت کی دولت سے مالا مال کیا ہے اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو۔" (سورۃ البقرۃ: 185)

اذان، اقامت، تکبیر تشریق، جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا، نماز میں اٹھتے بیٹھتے اللہ اکبر کہلانے کی مصلحت یہی ہے کہ اللہ کی بڑائی بیان کی جائے، ولادت کے وقت دائیں کان میں اذان کے الفاظ اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہنے کا بھی یہی مقصد ہے کہ پہلے دن سے اللہ اکبر بچے کے ذہن میں محفوظ ہو جائے۔ اللہ کے علم میں ہے جو بندہ کرتا ہے چاہے وہ چھپا کر کرے یا اعلانیہ، تکبر اور غرور کرنے والے اللہ کے نزدیک مبغوض ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان طریقوں کو بھی پسند نہیں کیا جو کبر کی علامت ہیں، فرمایا "زمین پر اکڑ کر نہ چلو، کیوں کہ تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے اور پہاڑ کی اونچائیوں تک پہونچ نہیں سکتے۔" (الاسراء: 37) اِترانا بھی تکبر کی ہی ایک قسم ہے، مال و دولت، جاہ و حشمت، پا کر اترانا مؤمن کی شان نہیں ہے اس لیے کہ "اللہ شیخی بگھارنے اور تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے (سورہ لقمان: 31)

بندہ کی شان یہ ہے کہ وہ مال و دولت، جاہ و حشمت کو، خدا کی عطا اور پھر اس عطا پر شکریہ ادا کرے، اس سے نعمت خداوندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اگر شکر گزاری کے بجائے تکبر کیا تو اللہ رب العزت کا عذاب انتہائی سخت ہے، مومن کو کامل مومن بننے کے "ایجابی" یعنی اللہ کے محبوب بننے کے جو اوصاف ہیں اور "سلبی" یعنی جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں، دونوں کا خیال رکھنا چاہیے، یوں تو اللہ غفور رحیم ہے، اعمال میں کوتاہی نہ ہو اور اللہ سے اچھی امید رکھی جائے، یہی ایمان و اسلام کا خلاصہ ہے، "الاِيْـمَـانُ بَيْـنَ الْخَوْفِ وَ الرِّجَاءِ." کہا گیا ہے یعنی ایمان خوف اور امید کے درمیان کی چیز ہے۔

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

علم ومُطالعہ ترقی کی کنجی

''اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیئے، جس نے سب کچھ پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے، پڑھیئے اور آپ کے پروردگار بڑے کرم کرنے والے ہیں، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی، جن کو وہ نہیں جانتا تھا'' (سورہ علق:۱-۵)

مطلب: ہزاروں برس کے بعد آسمان وزمین کا پہلی مرتبہ جو رشتہ قائم ہوا، وہ 'اقرأ' کے ذریعہ ہوا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! پڑھیئے، گویا رب کائنات نے پہلی وحی کے ذریعہ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنیادی طور پر پڑھنے کی تعلیم دی، جس سے تعلیم کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ انسان ترقی کی شاہراہیں تعلیم کے ذریعہ ہی طے کرسکتا ہے، اس لئے دنیا میں کتنے ہی انقلابات آئے، سلاطین بدلیں، تہذیبیں بدلیں، لیکن تعلیم وتعلم کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، چنانچہ مفسرین قرآن نے اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نبوت علمی انکشافات کا دور ہوگا اور بہت سی انجانی چیزیں اس عہد میں جانی جائیں گی، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کے آغاز سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تک جو طویل عرصہ گذرا ہے، اس کے مقابلہ میں نبوت محمدی کے گذرے ہوئے دور یعنی گذشتہ پندرہ سو سال کے عرصہ میں علم کے مختلف میدانوں میں بے حد ترقی ہوئی اور ابھی بھی ترقی کا سفر جاری ہے (آسان تفسیر، ج:۲) قدیم دفینے جو پہلے لوگوں کے خواب وخیال میں بھی نہیں آتے تھے، اب عام ہوتے جارہے ہیں اور علم وتحقیق کے ذریعہ نئی نئی چیزوں کی دریافت ہورہی ہے، پہلے انسان چند میلوں کا سفر مہینوں اور ہفتوں میں طے کرتے تھے، آج علم کی بدولت نقل وحمل کی سہولیات نے ہفتوں کی مسافت کو گھنٹوں میں تبدیل کردیا، ہوائی جہاز کے فضائی سفر اور ٹرینوں، بسوں کے زمینی سفر نے دوریاں کم کردی ہیں، آج کی دنیا اتنی تیز رفتار ہوگئی ہے کہ پل پل کے حالات لمحوں میں معلوم ہوجاتے ہیں، یہ سب کچھ علم وتحقیق کی جدید دریافت وانکشافات کا کرشمہ ہے، لہٰذا اس علم کو تازگی وتوانائی بخشنے کے لئے تحقیق ومطالعہ کے سفر کو بھی جاری رکھنا چاہئے تاکہ فکر ونظر میں وسعت پیدا ہوتی رہے، کیونکہ مطالعہ وتحقیق ایک زندہ اور علم دوست قوم کی پہچان ہوا کرتی ہے، جو قوم جمود وتعطیل کا شکار ہوتی ہے وہ منزل کو نہیں پائی ہے، مگر ستم ظرفی کہئے کہ اب عام طور پر لوگوں میں مطالعہ کا ذوق وشوق اور تجسس کا فقدان پایا جارہا ہے، غفلت وکاہلی کے پردے پڑتے جارہے ہیں، اگر بہت ہوا تو موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ کچھ ضروری معلومات حاصل کرلیتے ہیں، حالانکہ یہ معلومات بھی ان کی بہت سطحی ہوتی ہے، ماخذ تک اس کی رسائی نہیں ہو پاتی ہے، اس لئے صحیح علم کی تلاش میں رہئے، کسی مستند ومعتمد عالم دین کی تحریریں اور ان کی تصنیفات پڑھنے کا معمول بنائے، اس میں اصل مسئلہ ترجیح کا ہے کہ پہلے کس کو پڑھا جائے تو بنیادی طور پر پہلے کتاب اللہ کی تلاوت اور کسی معتبر مفسر قرآن کی تفسیر کو مطالعہ میں رکھئے، کیونکہ تفسیر وسیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے انسانی کردار وعمل میں نورانیت پیدا ہوگی، جس کے ترقی اور خوشحالی بھی نصیب ہوگی۔

قیامت کے دن یہ بھی سوال ہوگا...

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بندوں سے جن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا ان میں ایک یہ بھی ہوگا کہ کیا ہم نے تم کو تندرستی نہیں عطا کی تھی اور تجھ کو ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا'' (ترمذی شریف)

وضاحت: اللہ رب العزت کی بے شمار نعمتوں میں صحت وتندرستی اور قوت وتوانائی ایک عظیم نعمت ہے جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں وہ بڑی بے کسی اور مایوسی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں، اگر آپ ان سے اس نعمت کے بارے میں دریافت کریں گے تو معلوم ہوگا کہ صحت اللہ کی کتنی بڑی نعمت ودولت ہے، اس لئے اگر اللہ نے آپ کو صحت وتندرستی کی دولت عطا کی ہے تو آپ اس کی قدر کیجئے، ذکر وتلاوت کی کثرت کیجئے اور محنت ومزدوری کے ذریعہ رزق حلال کے لئے جدوجہد میں لگے رہئے، لایعنی اور فضول کاموں اور باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے، کیونکہ قیامت کے دن آپ سے جن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا، ان میں ایک صحت کی نعمت ہوگی، اللہ رب العزت پوچھیں گے کہ ہم نے تم کو صحت کی نعمت دی تھی، اس کا استعمال کس طرح کیا، اگر ہم نے اس کو دین کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی سرفرازی میں لگایا تو رب کائنات اعزاز واکرام سے نوازیں گے اور اگر غفلت وسستی میں برباد کیا تو اس کے نزدیک مجرم گردانے جائیں گے، اسی طرح اللہ نے انسان کی صحت وبقا کے لئے پانی کو پیدا کیا ''وجعلنا من الماء کل شیء حی'' پانی سے ہر چیز کو زندگی بخشی، تاکہ انسان اس سے اپنی ضروریات کی تکمیل کرے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی انسانی زندگی پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے، خوراک کی پیداوار سے لے کر نجاست وغلاظت تک کی طہارت میں اس سے مدد حاصل کرتا ہے، قدرت کا قانون بھی یہی ہے کہ انسانوں کو جن چیزوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اللہ اس میں فراوانی کرتا ہے، جیسے ہوا کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو اللہ نے ہواؤں کا جھونکا چلایا، اسی طرح پانی انسانی ضروریات کا لازمی حصہ ہے تو اس کو وافر مقدار میں پیدا کیا، اس لئے قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر پاکیزہ، شیریں اور طیب پانی کی نہروں اور چشموں کا لطیف پیرائے میں تذکرہ کیا گیا اور اس پانی کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی جو بارش کی شکل میں تمام آمیزشوں اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک آسمان سے اترتا ہے اور مردہ زمین، بستیوں اور نباتات پر گرا کر انہیں زندگی بخشتا ہے، ان میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے انسان کے جسم میں روئیدگی وتازگی پیدا ہوتی ہے، خاص کر گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے سیرابی کی طلب بڑھ جاتی ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے بطور خاص ٹھنڈے پانی کا تذکرہ کرکے شکر گذار بندہ بن کر زندگی گذارنے کی تلقین فرمائی اور اس کو آلودہ کرنے سے منع فرمایا، خاص کر ٹھہرے ہوئے پانی کو گدلا کرنے سے جراثیم پیدا ہوتے ہیں، اس لئے ایسے پانی میں ہرگز گندی چیزیں نہ ڈالی جائیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

میت کی طرف سے حج بدل

س: میرے والد پر حج فرض تھا، وہ حج کئے بغیر دنیا سے رخصت ہوگئے، اب ان کی طرف سے حج کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی، اگر ورثاء ان کی طرف سے حج کرادیں تو ان کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہوگا یا نہیں؟

ج: حدیث پاک میں ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے حج نہیں کیا، کیا میں ان کی طرف سے حج کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ان کی طرف سے حج کرو:''**جائت امرأة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: ان امی ماتت ولم تحج افأحج عنها، قال: نعم، حجی عنها، قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح**'' (سنن ترمذی، باب ماجاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت: ۱/۱۸۶)

ایک دوسری حدیث میں ہے، ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے حج فرض ادا نہیں کیا (کیا میں ان کی طرف سے حج کروں تو حج ادا ہوجائے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ان کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا اور تو ادا کرتا تو ادا ہوتا یا نہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں! (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے فرمایا: تو تم ان کی طرف سے حج کرو (یہ بھی ادا ہوجائے گا) ''**عن انس بن مالک رضی اللہ عنه ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال هلک ابی ولم یحج قال أرأیت لو کان علی ابیک دین قضیت عنه أیتقبل منه، قال نعم، قال فاحجج عنه**'' (سنن الدار قطنی، کتاب الحج: ۲/۲۲۹)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ میت جس پر زندگی میں حج فرض ہوا گر وہ حج کئے بغیر دنیا سے رخصت ہوجائے اور ورثاء ان کی طرف سے حج کردیں تو حج ادا ہوجائے گا اور فریضہ میت کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔

معذور کا حج کی وصیت

س: میرے بھائی جو لاولد تھے، ان پر حج فرض تھا، کسی معذوری کی وجہ سے حج نہیں کرسکے، البتہ وفات سے قبل انہوں نے اپنی طرف سے حج بدل کی وصیت کردی، ایسی صورت میں ورثاء کی کیا ذمہ داری بنتی ہے، ان کی طرف سے حج کرانا ضروری ہے یا نہیں، وصیت کتنے مال میں نافذ ہوگی؟

ج: صورت مسئولہ میں آپ کے بھائی جن پر حج فرض تھا اور کسی وجہ سے حج نہیں کرسکے اور وفات سے قبل انہوں نے حج بدل کی وصیت کردی تو ایسی صورت میں یہ وصیت ان کے ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، ایک تہائی مال سے جبکہ وہ حج کے اخراجات کے لئے کافی ہو، وصیت کے مطابق ورثا پر حج کرانا شرعاً لازم وضروری ہوگا:''**وان مات عن وصیة لایسقط الحج عنه ویجب أن یحج عنه لان الوصیة بالحج قد صحت واذا حج عنه یجوز عند استجماع شرائط الجواز**'' (بدائع الصنائع: ۲/۴۷۰، فصل واما بیان حکم فوات الحج عن العمرة)

اور اگر ایک تہائی مال حج کے اخراجات کے لئے کافی نہ ہو اور ورثا سب کے سب بالغ ہوں اور اپنی رضا وخوشی سے ایک تہائی سے زائد مال علیحدہ کرکے ان کی طرف سے حج کرادیں تو بھی جائز ہے، حج ادا ہوجائے گا:''**فان اجازت الورثة وهم کبار، جاز وان لم یجیز ولایجوز**'' (الفتاوی الهندیة: ۱/۲۵۹)

اور اگر ایک تہائی مال حج کے اخراجات کیلئے کافی نہ ہو اور ورثا نابالغ ہوں یا بالغ ہوں لیکن ایک تہائی سے زائد دینے کیلئے تیار نہ ہوں اور نہ ہی کوئی بالغ وارث اپنے حصہ کے مال سے دینا چاہیں تو ایسی صورت میں جس جگہ سے ایک تہائی مال سے حج ہوسکتا ہو ان کی طرف سے حج کرادینا ضروری ہوگا:''**الحادی عشر: ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث، والا فمن حیث یبلغ**'' (رد المحتار، مطلب شروط الحج عن الغیر: ۴/۱۷)

حج فرض تھا، ادا نہ کیا اور نہ وصیت کی

س: ایک شخص جس پر حج فرض تھا، انہوں نے نہ تو زندگی میں اس فریضہ کو ادا کیا اور نہ ہی وصیت کی، اللہ کو پیارا ہوگیا، کیا ورثا پر ان کی طرف سے حج کرانا لازم وضروری ہوگا؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ شخص مذکور نے حج کی وصیت نہیں کی تو ورثا پر ان کی طرف سے حج کرانا لازم نہیں ہے، بلکہ ان کی صوابدید پر موقوف ہے، اگر ورثا بالغ ہوں اور وہ اپنی رقم سے (خواہ میت کے ترکہ سے ملی ہو یا اس کے علاوہ ہو) حج کرادیں تو مرحوم کے ذمہ سے حج ادا ہوجائے گا اور اس کا ثواب ان شاء اللہ حج کرانے والے کو بھی ملے گا:''**ومن مات وعلیه الحج ولم یوص به لم یلزم الوارث أن یحج عنه وان احب أن یحج عنه حج وارجوا أن یجزیه ان شاء اللہ تعالیٰ**'' (التاتارخانیه، کتاب المناسک الوصیة بالحج: ۲/۶۶۷)

حج بدل کے لئے کس کو بھیجا جائے

س: ایک شخص جس نے حج نہیں کیا ہے، کیا اس کو حج بدل کیلئے بھیجا جاسکتا ہے؟

ج: حج بدل کیلئے جس عاقل وبالغ مسلمان مرد وعورت کو بھی بھیجا جائے شرعاً صحیح ہے، حج آمر کی طرف سے ادا ہوجائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجا جائے جو مسائل حج سے واقف ہو اور اپنا حج کرچکا ہو:''**والافضل للانسان اذا اراد أن یحج رجلا عن نفسه أن یحج رجلا قد حج عن نفسه... ومع هذا لو حج رجلا لم یحج عن نفسه حجة الاسلام یجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر کذا فی المحیط**'' (الفتاوی الهندیة: ۱/۲۵۷)

واضح رہے کہ جس شخص پر حج فرض ہے اس کو اپنا حج نہ کرکے دوسرے کی طرف سے حج بدل میں جانا مکروہ تحریمی ہے: ''**والذی یقتضیه النظر ان حج الصرورة عن غیره ان کان بعد تحقق الوجوب علیه یملک الزاد والراحلة والصحة فهو مکروه کراهة تحریم**'' (رد المحتار: ۴/۲۱، مطلب فی حج الصرورة) ۔فقط

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 35 مورخہ ۲۱؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹؍ستمبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

مدارس اسلامیہ کا سروے

مدارس اسلامیہ اور ملی تنظیموں کی مخالفت کے باوجود اتر پردیش حکومت نے آزاد مدارس کے سروے کا کام شروع کر دیا ہے، کام کا آغاز دیوبند کے دار العلوم زکریا سے کیا گیا ہے، یہ ایک سوچی سمجھی اسکیم ہے، کیوں کہ بہت سارے مدارس مغربی یوپی میں ہی واقع ہیں، دیوبند تو مدرسوں کا شہر ہے، یہ سروے کرنے والے اب دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم اور ندوۃ العلماء تک پہونچ گیے ہیں، یقیناً مدارس اسلامیہ جو خدمات انجام دے رہے ہیں، اس میں کہیں بھی انگشت نمائی کا موقع نہیں ہے، لیکن جانچ کرنے والوں کی نفسیات بھی پولس والوں سے کم نہیں ہوتی، جس طرح پولس والے اگر کسی کی گاڑی کو ہاتھ دے دیں تو کچھ نہ کچھ کمی نکال دیتے ہیں، ویسے ہی جانچ کرنے والی ایجنسیاں غیر ضروری طور پر مدارس والوں کو ہراساں کرنے کی کوشش کریں گی، جانچ کا یہ کام بہبودیٔ اطفال کی منصوبہ بندی کے نام پر کیا جارہا ہے اس لیے مدارس کے طلبہ کے خورد ونوش اور رہائش کا معیار بھی جانچ کے دائرہ میں آئے گا اور سروے کے بعد یہ ممکن ہے کہ بہت سارے مدارس کو اسی حوالہ سے یا تو آسام سرکار کی طرح اتر پردیش کی یوگی حکومت بند کردے یا ایسے شرائط لگا دے جن کا پورا کرنا چھوٹے مدرسوں والوں کے لیے خصوصاً ممکن نہ ہو سکے۔

اتر پردیش میں اگر یہ سروے بہبودیٔ اطفال کے لیے کیا جارہا ہے تو گروکل، پاٹھ شالے اور دوسرے مذاہب کے اقامتی تعلیمی اداروں کا سروے کیوں نہیں کرایا جاتا، بلکہ خود سرکاری اسکولوں میں ملنے والے دوپہر کی خوراک کا جائزہ حکومت کیوں نہیں لیتی اور وہاں جو غیر معیاری غذائیں ملتی ہیں کیوں وہ بہبودیٔ اطفال کے خلاف نہیں ہیں،

حکومت نے مدارس کے سروے کے لئے جو سوالات تیار کیے ہیں، ان میں سوالوں کی تعداد بارہ ہے، مدرسہ کا نام، مدرسہ چلانے والے ادارہ کا نام، مدرسہ کے قیام کا سال، مدرسہ کرایہ کی عمارت میں ہے یا اس کا اپنا مکان ہے، پینے کے پانی کی سہولت، بیت الخلا کا نظم، بجلی کی سہولت ہے یا نہیں، مدرسہ میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد، اساتذہ کی تعداد، مدرسہ کا نصاب، مدارس کا ذریعہ آمدنی کیا ہے اور وہ مدارس کس تنظیم کے تحت چل رہے ہیں، جہاں تک مدارس کی مالیات کا تعلق ہے پورا ہندوستان اور خود سرکار بھی اس بات کو جانتی ہے کہ مدارس کے ذمہ دار، سفراء، اساتذہ اور محصلین دوکان دوکان اور گھر گھر جا کر مسلمانوں سے خیرات، زکوٰۃ، صدقات، عطیات وغیرہ کی رقومات حاصل کرتے ہیں، بڑی محنت کے باوجود مدارس کا سالانہ بجٹ پورا نہیں ہوتا اور کئی مرتبہ ان کی تنخواہ باقی رہ جاتی ہے، پھر موسم بہار رمضان آجاتا ہے، دوبارہ محنت شروع ہوتی ہے تو اساتذہ کی تنخواہیں ادا ہوتی ہیں، خورد ونوش اور رہائش کا معیار بھی آمدنی کے اعتبار سے طے ہوتا ہے، مدارس کے ذمہ داران اس بات کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اچھا سے اچھا کھلایا جائے، اچھی طرح ان کی بود وباش ہو، لیکن چھوٹے مدرسوں کے لیے ایسا کرنا عملاً ممکن نہیں ہوتا، یہ ویسے ہی ہے، جیسے ہم اپنے گھر کا بجٹ بناتے ہیں، کون نہیں چاہتا کہ اپنے بچوں کو اچھی رہائش اور اچھی خوراک فراہم کرائے، لیکن سارا کچھ آمدنی پر منحصر ہوتا ہے۔ آمدنی نہ ہو تو گھر میں بھی روٹی چٹنی پر گزارا کرنا پڑتا ہے اور کبھی فاقہ کشی کی بھی نوبت آتی ہے، ہر مدرسہ ایک خاندان کی طرح ہے اور اس کا سب کچھ چندے کے ذریعہ آمدنی پر منحصر ہوتا ہے۔ اور یہ نوبت اس حالت میں آتی ہے کہ وہاں پڑھانے والوں کی تنخواہیں یومیہ اجرت پر مزدوری کرنے والوں سے بھی کم ہوتی ہے، یہاں کے اساتذہ بقدر کفاف روزینہ پر کام کرتے ہیں، ان کی نظر اجرت پر نہیں اللہ رب العزت کی جانب سے ملنے والے اجر پر ہوتی ہے۔ اور وہ آخرت کی امید پر قلیل تنخواہ پر کام کرتے ہیں، عمومی احوال یہی ہیں، ہوسکتا ہے بعض مدارس کثرت آمدنی کے باوجود طلبہ کی خوراک، اساتذہ کی تنخواہ اور بود وباش کو معیاری نہیں بناتے ہوں، لیکن ایسا شاذ ونادر ہی ہوا کرتا ہے۔

اتر پردیش کے وزیر برائے اقلیتی امور دانش آزاد انصاری نے اس سروے کا جواز یہی بتایا تھا کہ اس سروے کے ذریعہ دینی مدارس میں پڑھ رہے بچوں کو دی جانے والی مراعات کی جانچ کی جائے گی اور تحفظ حقوق اطفال کمیشن کے مطلوبہ معیار کو سامنے رکھا جائے گا۔ مطلب صاف ہے جو مدارس اس معیار پر پورا نہیں اتریں گے۔ ان کے لئے سرکار مصیبتیں کھڑی کرے گی اور غریب مسلمانوں کے جو بچے ان مدارس میں تعلیم پاکر آگے بڑھ رہے ہیں، ان کے راستے مسدود کردیے جائیں گے۔ مسلمانوں کا تعلیمی گراف جو پہلے ہی دوسرے مذاہب کے مقابلے انتہائی کم تر ہے۔ وہ جہالت میں خطرے کے نشان سے نیچے چلا جائے گا، ایسے میں ہمیں سرکار سے تصادم یا تعاون کے نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیے، جو مفید ہو اس کی طرف مدارس والوں کی رہنمائی کی جائے۔ جو بھی قدم اٹھایا جائے متحد ہو کر اٹھایا جائے، اگر سب لوگ الگ الگ تجاویز لا کر اس پر عمل کرانا چاہیں گے تو یہ ناممکن سا ہوگا اور ہماری آواز بھی کمزور ہوگی، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ بھی اس سلسلے میں کافی فکر مند ہیں، امید کی جاتی ہے کہ ان کی فکر مندی کے نتیجہ میں جلد ہی کوئی لائحہ عمل سامنے آئے گا۔ ممکن ہے امارت شرعیہ تحفظ مدارس کے عنوان سے کوئی اجلاس بلائے۔

نیٹ میں مسلم طلبہ وطالبات کی کامیابی

رحمانی۔30، شاہین اکیڈمی، اجمل فاؤنڈیشن، الامین مشن اور پورے ملک میں پھیلے اس جیسے دوسرے ادارے جو نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کے ذریعہ منعقد ہونے والے قومی اہلیتی داخلہ ٹسٹ (NEET) کی تیاری کرایا کرتے ہیں، ان کی محنت، لگن اور مستعدی کے نتیجہ میں اس سال کے نیٹ امتحان کے نتائج مسلم طلبہ وطالبات کے حق میں حوصلہ افزا رہے ہیں، کشمیر کے طلبہ وطالبات جو مختلف مسائل سے جوجھتے رہے ہیں اور تعلیم کے حصول کے لیے جو سنجیدہ اور پرامن ماحول ملنا چاہیے انہیں نہیں ملا، اس کے باوجود حاذق پرویز لون سرفہرست دس کامیاب امیدواروں میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہے، کشمیر کے ترال علاقہ سے یوں تو سولہ (16) طلبہ وطالبات نے کامیابی کا پرچم لہرایا، لیکن وہاں کے ایک مزدور کی بیٹی ایمن منظور نے کامیابی حاصل کرکے ثابت کردیا ہے کہ کامیابی روپئے پیسے کی بہتات اور فراوانی سے نہیں ملتی، اس کے لیے مسلسل جد وجہد کی ضرورت ہے، اور یہی کامیابی کی شاہ کلید اور ماسٹر کی (Master Key) ہے۔

نیٹ کی تیاری کرانے والے اداروں میں ایک بڑا اور معتبر نام رحمانی۔30 کا ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ امیر شریعت سابع نے اس کی بنیاد ڈالی تھی، ابھیانند جی کا عملی تعاون اس ادارہ کو حاصل رہا، حضرت کے وصال کے بعد اب امیر شریعت ثامن حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کی توجہ اور رہنمائی سے بہترین خدمات انجام دے رہا ہے، حضرت امیر شریعت کے برادر خورد انجینئر حامد ولی فہد رحمانی کی زمینی محنت اور پورے گروپ کو اپنی نگرانی میں متحرک اور فعال رکھنا بھی اس ادارہ کے اچھے نتائج کی بڑی وجہ ہے۔

رحمانی۔30 کا نتیجہ اس بار اب تک کے نتائج میں سب سے اچھا رہا ہے، یہاں تیاری کرنے والے چالیس طلبہ نے چھ سو سے زائد نمبرات حاصل کرکے ایک تاریخ رقم کی ہے۔ محدود اور مختصر تعداد میں تربیت پانے والوں میں سے اتنے طلبہ کی کامیابی قابل ستائش اور لائق قدر ہے۔ ہم مستقبل میں اس سے زیادہ عمدہ کارکردگی اور طلبہ کی تعداد میں اضافہ کی امید رکھتے ہیں۔

شاہین اکیڈمی نے حفاظ اور مدارس اسلامیہ کے فارغین پر خصوصی مراعات کے ساتھ اپنی توجہ مرکوز رکھی، ڈاکٹر عبد القادر صاحب جنہیں حفاظ اور فارغین مدارس کو نیٹ امتحان کے لئے تیار کرا کر آگے بڑھانے کا جنون ہے، اور اب اس کے مختلف مراکز بیدر (کرناٹک) کے علاوہ دوسری ریاستوں میں بھی کام کرنے لگے ہیں ان کے نتائج بھی اچھے اور خوش آئند ہیں، اس ادارہ سے چار سو پچاس بچوں کے ایم بی بی ایس کے لیے سرکاری میڈیکل کالجوں میں داخلے کی راہ ہموار ہوگئی ہے، ان میں سے دس حفاظ کرام ہیں، جن میں سے چار نے چھ سو سے اوپر نمبرات حاصل کیے ہیں، اس ادارہ سے ایک رکشہ پولر کا بچہ جو مالی گاؤں (مہاراشٹر) کے ہزار کھولی کا رہنے والا ہے، شاہ تابش نام ہے، سات سو بیس نمبرات میں سے اس نے چھ سو ستر نمبر حاصل کرکے قومی سطح پر 563واں رینک حاصل کیا ہے۔ یہاں بھی غربت آڑے نہیں آئی، تابش کے کچھ کر دکھانے کی دُھن نے اسے کامیابی سے ہم کنار کیا۔

مولانا بدر الدین اجمل کا اجمل فاؤنڈیشن سوپر۔40 وسائل کے اعتبار سے انتہائی مضبوط فاؤنڈیشن ہے، اور ان کا کام مختصر اور محدود نہیں ہے، امسال ان کے یہاں سے دوسو چالیس طلبہ نے نیٹ میں کامیابی حاصل کی ہے جب کہ گذشتہ سال یہ تعداد ایک سو پچاس (150) اور 2020ء میں اسی (80) طلبہ پر سمٹ کر رہ گئی تھی۔

نیٹ کی تیاری کرانے والے اداروں میں ایک بڑا نام مغربی بنگال کے ''الامین مشن'' کا ہے، جس کی بنگال کے بیس اضلاع میں ستر شاخیں ہیں، الامین مشن کے پانچ سو دس (510) طلبہ وطالبات نے نیٹ امتحان میں کامیابی حاصل کی، یہاں کے ایک طالب علم توحید مرشد نے سات سو بیس (720) میں چھ سو نوے (690) نمبر حاصل کیا اور قومی پیمانے پر چار سو بہتر (472) واں رینک لانے میں کامیاب ہوئے، اس ادارہ سے امسال نیٹ امتحان میں ایک ہزار آٹھ سو (1800) طلبہ وطالبات شامل ہوئے تھے، اس مشن کے روح رواں ایم نور الاسلام ہیں، جن کی انتظامی اور تربیتی صلاحیتوں کی وجہ سے یہ مشن اپنے ہدف اور مقاصد کو پانے میں کامیاب ہو رہا ہے۔

ہمیں ان تمام اداروں کا شکر گزار ہونا چاہیے، جن کی محنت سے مسلم طلبہ وطالبات کی کامیابی کا تناسب تیزی سے بڑھ رہا ہے، ہمیں ان تمام لوگوں کی (جو اس کام میں لگے ہوئے ہیں) صحت وعافیت کے ساتھ درازیٔ عمر کی بھی دعا کرنی چاہیے، یہ کام آسان نہیں ہے، حصولیابیوں کا ذکر آسان ہے، لیکن حصولیابیوں تک پہونچنے کے لیے جن مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسے ان اداروں کے ذمہ دار ہی جانتے ہیں، ساحل کے تماشائی کو اس کا ادراک ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر ادارہ کی خدمات ہمارے لیے قابل قدر ہے، تعداد اور وسعت کا تعلق وسائل ہے، جس ادارہ کو جیسی سہولیات اور وسائل ہیں، اس کے اعتبار سے وہ مفید خدمات انجام دے رہا ہے۔

گیان واپی مسجد معاملہ

وارانسی کے ضلع جج ڈاکٹر اجے کرشن وشویش نے 12 ستمبر 2022ء کو اپنے ایک فیصلہ میں گیان واپی مسجد کے احاطہ میں واقع شرنگار گوری کے مستقل درشن اور پوجا کی عرضی کو قابل سماعت قرار دے کر پورے ملک میں ہلچل پیدا کر دی ہے، انہوں نے پلیس آف ورشپ ایکٹ 1991 کا اس عرضی پر نفاذ نہیں ہونے کی بات کہہ کر مسلمانوں کی عرضی کو خارج کردیا اور سماعت کے لئے 22 ستمبر کی اگلی تاریخ دے دی، ضلع جج کا یہ بھی کہنا تھا کہ یہ معاملہ وقف قانون 1995ء شری کاشی وشوناتھ مندر سے متعلق قانون 1983ء اور انجمن اسلامیہ کے ذریعہ داخل عرضی 35 سی کے تحت نہیں آتا ہے، ہندو فریق کے عرضی گذار موہن لال آریہ نے اسے ''ہندو کمیونیٹی کی جیت'' قرار دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ گیان واپی احاطہ میں پلاٹ نمبر۔9130 پر چھ سو سالوں سے زیادہ سے مسجد قائم ہے، 1991ء کے عبادت گاہ قانون میں یہ صراحت ہے کہ 15 اگست 1947ء کو مذہبی مقامات جس طرح تھے، ویسے ہی باقی رہیں گے، یہ زمین سنی سنٹرل وقف بورڈ لکھنؤ کی ہے۔ اور اس زمین سے متعلق سارے حقوق وقف قانون کی روشنی میں اسی کے پاس ہیں۔

یہ معاملہ 2021ء میں کھڑا ہوا تھا، پانچ خواتین نے اپنی مشترکہ عرضی میں وارانسی سول جج سے گیان واپی مسجد احاطہ واقع شرنگار گوری کی پوجا کی اجازت مانگی تھی، ضلع جج نے سروے اور کھدائی کی اجازت دے کر معاملہ کو ہوا دیا، سروے کنندہ نے فوارہ کے ایک حصہ کو شیولنگ قرار دے کر تالا بندی کا مطالبہ کیا، وضو خانہ کو بند کر دیا گیا اور اس جگہ کو محصور کرنے کی وجہ سے وضو کے لئے ٹینکر لا کر پانی فراہم کیا جانے لگا، معاملہ سپریم کورٹ پہونچا اس نے 20 مئی 2022ء کو ضلع جج کو عرضی پر سماعت کا مجاز قرار دیا، 24 اگست 2022ء کو وارانسی کے ضلع جج ڈاکٹر اجے کرشن وشویش نے سماعت مکمل کی اور عرضی کو قابل سماعت قرار دے دیا گیا۔

چوں کہ عدالت کے فیصلے نظیر کا کام کرتے ہیں، اس لیے اندیشہ ہے کہ متھرا، ہبلی اور بنگلور کی عیدگاہ پر جو عرضیاں داخل کی گئی ہیں، اب اس فیصلے کو نظیر بنا کر مقامی عدالتیں سماعت شروع کر دیں گی اور پلیس آف ورشپ ایکٹ 1991 بے اثر ہو کر رہ جائے گا۔ 2024ء کے قبل بابری مسجد کی طرح فضا میں نفرت گھول دی جائے گی اور ہندتوا کو مندر کے نام متحد کر کے ووٹوں کی سوداگری کی جائے گی جو ملک کے لیے تو نقصان دہ ہوگا ہی، مسلمانوں کے لیے بھی نفرت کی اس آندھی کو جھیل پانا آسان نہیں ہوگا، اس سے عدلیہ کے وقار واعتبار نیز اعتماد پر بھی آنچ آئے گی اور لوگ یہ سوچنے لگیں گے فیصلہ کہیں اور ہوتا ہے اور عدالت اسے قانونی زبان دینے کا کام کرتی ہے۔ عدلیہ کے پورے احترام کے جذبہ کے باوجود عوام کی سوچ کا رخ یہی ہوگا۔

یادوں کے چراغ

✍: مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر علم وادب کا ایک روشن ستارہ

علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے خانوادے کے روشن چراغ حضرت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر کا نام ذہن میں آتے ہی دیوبند کی گلیاں، علم وعمل کی بستی اور دارالعلوم کی درسگاہیں وکہکشائیں نگاہوں کے سامنے جھلملانے لگتی ہیں اور یادوں کے دریچے کھل جاتے ہیں۔ ماضی میں جھانکتا ہوں تو علم وادب کی چکا چوند میں کھو جاتا ہوں۔ ایسے میں یادوں کا انتخاب اور بیتے لمحوں کو قابو میں کرنا اور صفحہ قرطاس پر اتارنا میرے لیے ایک مشکل کام ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بھولوں اور کیا یاد کروں۔

غم زندگی تیری راہ میں   شب آرزو تیری چاہ میں
جو اجڑ گیا وہ بسا نہیں   جو بچھڑ گیا وہ ملا نہیں

ایسا لگتا ہے کہ ابھی کل کی بات ہے جب میں نے علمی تشنگی بجھانے کے لئے دیوبند میں قدم رکھا تھا، روحانیت میں ڈوبی اس بستی میں کتنے ایسے تھے جو علمی وراثت کو سنجوئے ہر آنے والے طالب کو منتقل کررہے تھے۔ میں اس رمز سے نا آشنا اپنی دھن میں یہاں کی خاک چھانتا رہا، دن مہینے اور سال گزرتے رہے، کب میں رسمی طور پر فارغ ہوگیا پتہ ہی نہیں چلا۔

اس زمانے میں بھی مولانا سے ملاقاتیں رہیں؛ لیکن جب میں دارالعلوم وقف میں استاذ کی حیثیت سے بحال ہوا تو آپ نے نہ صرف خوشی کا اظہار کیا، بلکہ میری حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ طویل ہوتا چلا گیا۔ انہوں نے کبھی بڑے اور چھوٹے کا رشتہ نہیں رکھا، بلکہ ہمیشہ ایک دوست کی طرح پیش آئے۔ ویسے بھی وہ نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے، ہٹو بچو اور استاذی رعب کے قائل نہیں تھے، طلبا کو اپنا دوست اور ساتھی سمجھتے۔ جب جہاں ملاقات ہو جاتی رک جاتے اور خیر وخیریت پوچھے بغیر آگے نہیں بڑھتے۔ جب بھی ملتے پوری توجہ، خندہ پیشانی، بشاشت اور طیب خاطر کے ساتھ ملتے۔

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی نئی ذمہ داری ملنے پر وہ کافی خوش تھے۔ گذشتہ ماہ اگست کے دوسرے ہفتہ میں جب میرا دیوبند جانا ہوا تو مولانا سے ملاقات ہوئی، کمر میں درد کی تکلیف کی بات کہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا یہ تو یہ معمول کا مرض ہے، جلد افاقہ ہو جائے گا۔ کیا پتہ تھا کہ کمر کا یہ درد آپ کو اپنے ساتھ ہمیشہ کے لئے لے کر چلا جائے گا اور یہ میری آخری ملاقات ثابت ہو گی۔ مولانا کے فرزند ارجمند مولانا مفتی سید عبید انورشاہ نے کہا تھا کہ ستر فیصد افاقہ ہوگیا، ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ آپ ہمیں چھوڑ جائیں گے، لیکن خدا کے فیصلے کو کون ٹال سکتا ہے۔ پڑھنے پڑھانے سے وابستہ حضرت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر ایک کامیاب استاذ ضرور تھے، لیکن ان کی انفرادیت کا جوہر یہ تھا کہ وہ صحیح معنوں میں علم وادب اور صحافت کے ایک اصلی مجنوں تھے۔ لکھنے کے رسیا اور تحریر کے دیوانے حضرت مولانا شاہ قیصرؒ نے کبھی اپنے ضمیر سے سمجھوتہ نہیں کیا، ان کی تحریر میں صداقت اور سچائیاں سانس لیتی تھیں۔ وہ جو کچھ سوچتے، محسوس کرتے بلا لاگ ولپیٹ کے لکھ دیتے تھے۔ ادب، سیاست، انشاء، خاکہ اور مذہبی مضامین کو عصری پیرائے میں پیش کرنے میں ان کو ملکہ حاصل تھا۔ مولانا کی تحریر سہل، رواں، معلوماتی، دلچسپ اور ادبی چاشنی سے لبریز ہوا کرتی تھی۔ قاری اور پڑھنے والے کو اپنا اسیر کرتی چلی جاتی تھی، یہی وجہ ہے کہ جو آپ کا مضمون پڑھنا شروع کردیتا تو ختم کئے بغیر اسے اطمینان نہ ہوتا۔ اس چھوٹے سے مضمون میں ان کی پوری زندگی کو قید کرنا آسان نہیں ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ان کی زندگی کے شب وروز اور کارناموں کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں۔

تعلیم وتدریس: مولانا نسیم اختر شاہ قیصر 25 اگست 1960ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا ازہر شاہ قیصرؒ، علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ نے تعلیم کی ابتداء دارالعلوم دیوبند سے کی، پھر اسلامیہ ہائی اسکول، دیوبند میں داخلہ لیا اور دسویں کا امتحان دیے بغیر 1976ء میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر 1981ء میں درس نظامی کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ نے صحیح بخاری حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ سے پڑھی۔ اسکولی تعلیم کے دوران 1973ء سے 1975ء تک انھوں نے ادیب، ادیبِ ماہر اور ادیبِ کامل کی ڈگری حاصل کی اور جامعہ دینیات سے 1976ء سے 1978ء تک عالمِ دینیات، ماہرِ دینیات اور فاضلِ دینیات کی سند حاصل کی۔ پھر 1989ء - 1990ء کے دوران میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر یونیورسٹی، آگرہ سے ایم اے اردو کیا۔

تدریس: 1987ء کو انھوں نے دارالعلوم وقف دیوبند میں ملازمت اختیار کی اور 1989ء سے تاحال وہیں پر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

مضمون نگاری: ان کی مضمون نگاری کی ابتدا جنوری 1973ء میں تقریباً 13 سال کی عمر سے ہوچکی تھی، 1979ء سے 1985ء تک پندرہ روزہ اشاعت حق، دیوبند کے نائب مدیر اور 1985ء سے 1996ء تک اس کے مدیرِ اعلیٰ رہے۔ 1983ء میں اپنے والد سید محمد ازہر شاہ قیصرؒ کی سرپرستی میں ماہنامہ طیب، دیوبند کے سب ایڈیٹر (معاون مدیر) ہوئے؛ بالآخر 1987ء میں جب ماہنامہ طیب بند ہونے لگا تو اپنے سابقہ پندرہ روزہ اشاعت پر توجہ دی، وہ بھی 1983ء میں بند ہوگیا، ایک عرصے تک ماہنامہ ندائے دارالعلوم کی مجلسِ ادارت کے رکن رہے۔ اس کے علاوہ تقریباً چالیس سال سے ملک بھر کے پچاسوں ماہانہ، پندرہ روزہ اور ہفت روزہ رسائل وجرائد اور روزناموں میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں، ان رسائل وجرائد میں ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند، ماہنامہ طیب دیوبند، ماہنامہ محدث عصر دیوبند، ماہنامہ ترجمان دیوبند، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ماہنامہ اتباع سنت دیوبند، ماہنامہ اذان بلال آگرہ، ماہنامہ رگ سنگ کانپور، ماہنامہ صدائے حق گنگوہ، ماہنامہ حسن تدبیر دہلی، ماہنامہ الرشید ساہیوال پاکستان، ماہنامہ النصیحہ چارسدہ پاکستان اور ماہنامہ المرشد چکوال پاکستان شامل ہیں، پندرہ روزہ رسائل میں پندرہ روزہ دیوبند ٹائمز دیوبند، پندرہ روزہ یثرب دیوبند، پندرہ روزہ اشاعت حق دیوبند اور پندرہ روزہ فکر انقلاب دہلی شامل ہیں ہفت روزہ رسائل میں ہفت روزہ راشٹریہ سہارا نئی دہلی ہفت روزہ نئی دنیا دہلی ہفت روزہ قومی آواز دہلی ہفت روزہ ہمارا فیصلہ دہلی ہفت روزہ چوتھی دنیا دہلی اور ہفت روزہ عقائد، سہارنپور شامل ہیں، اور روزناموں میں قومی آواز دہلی، عوام دہلی، مشرقی آواز دہلی، راشٹریہ سہارا دہلی، صحافت دہلی، ہمارا سماج دہلی اور انقلاب میرٹھ شامل ہیں، کالم نگاری روزنامہ ہندوستان ایکسپریس، دہلی میں مسلسل تین سال اور روزنامہ ہمارا سماج، دہلی میں تقریباً دو سال تک کالم نگار رہے۔

خاکہ نگاری: مولانا شاہ قیصرؒ ایک خاکہ نگار بھی ہیں، ان کے قلم سے عالم اسلام کی گزشتہ وموجودہ کم وبیش سو لوگوں کے خاکوں پر مشتمل کتابیں آچکی ہیں، جو تصانیف کے عنوان کے تحت درج ہیں۔ ان کی خاکہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے اردو وعربی زبان کے مشہور ادیب وانشا پرداز پروفیسر محسن عثمانی ندوی رقم طراز ہیں: ''بیسویں صدی کے نصف آخر میں بہت سے اچھے نمونے اور مجموعے خاکہ نگاری کے سامنے آئے ہیں، انھیں اچھی کتابوں میں نسیم اختر شاہ قیصر کی خاکہ نگاری کے نمونوں کو بھی رکھا جاسکتا ہے، اس سے پہلے مصنف کتاب کے دوسرے مجموعے ''میرے عہد کے لوگ'' اور ''جانے پہچانے لوگ'' شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، ہر مضمون نظر کو خیرہ کرتا ہے؛ لیکن اس میں جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری نہیں ہے، مصنف کا انداز بیان ہر جگہ شاداب اور نودمیدہ گلاب کی طرح شگفتہ ہے، کہیں کہیں بعض جملے اتنے اچھے ملتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ نسیمِ سحر کا تازہ جھونکا آگیا، اور کبھی کبھی لگاتار عبارتیں ایسی حسین ملتی ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ شہابِ ثاقب کی بارش ہورہی ہے، جو شخص بھی ان کی تحریر کا مطالعہ کرے گا محسوس کرے گا کہ اس تعریف و توصیف میں سچائی ہے۔''

ریڈیائی نشریات: آل انڈیا ریڈیو دہلی کی اردو مجلس اور اردو سروس سے کافی ریڈیائی نشریات ہوئیں، حرفِ تابندہ اور خطبات شاہی نامی دو کتابیں؛ ان کی ریڈیائی تقاریر ہی کا مظہر ہیں۔

مرکز نوائے قلم: انہوں نے دیوبند میں زیر تعلیم طلبہ ومقامی افراد کی تحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انھیں صیقل کرنے کے لیے دیوبند ہی میں ''مرکز نوائے قلم'' کے نام سے ایک مرکز بھی قائم کیا، جہاں سے تربیت لے کر بہت سے طلبہ میدان صحافت میں اتر چکے ہیں۔

تصانیف: مولانا کی بائیس کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جن کے نام درج ذیل ہیں- حرفِ تابندہ، خطبات شاہی، مقبول تقریریں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعات کے آئینے میں، میرے عہد کے لوگ، جانے پہچانے لوگ، خوشبو جیسے لوگ، اپنے لوگ، کیا ہوئے یہ لوگ، میرے عہد کا دارالعلوم، دو گوہرِ آب دار، امام العصر حضرت علامہ سید محمد انورشاہ کشمیری اور رئیس القلم مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر- زندگی کے چند روشن پہلو، امام العصر شیخ انظر: تاثرات ومشاہدات، اکابر کا اختصاصی پہلو، وہ قومیں جن پر عذاب آیا، اسلام اور ہمارے اعمال، اعمال صالحہ، اسلامی زندگی، اوراق شناسی وغیرہ۔

تواضع وسادگی: آپ نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے، کھانے، پینے مکان اور گاڑی ہر چیز میں سادگی تھی، خاندانی طمطراق نہیں تھا اور نہ ہی ملاقاتوں میں کوئی تکلف، ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے، ملاقات کے وقت میں کوئی پابندی نہیں تھی، حتیٰ کہ دوپہر میں بھی وہ دیوبند آنے والے مہمانوں سے ملتے تھے، ان کی ضیافت بھی مشہور تھی، کھلا کر بے حد خوش ہوتے تھے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

مولانا کی تینتیس سالہ مدت تدریس، مختلف علاقوں میں دینی خدمات اور تصانیف آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں جن کا ثواب آپ کو پہنچتا رہے گا، اپنی خدمات اور کارناموں سے آپ ہمیشہ عوام وخواص کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ پروردگار آپ کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ کے خاندان، دارالعلوم وقف دیوبند اور امت مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

مکتوب اور مراسلہ نگاری کی روایت

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مکتوب اور مراسلہ نگاری کا رواج زمانہ قدیم سے رہا ہے، عراق میں کھدائی کے دوران Tel Alsamarna کے مقام پر تین سو مٹی کی تختیاں ملیں۔ آثار قدیمہ والوں نے اسے فراعنہ مصر کے نام لکھے خطوط قرار دیا، یہ خط تین ہزار سال قبل کا لکھا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکۂ صبا یمن کے نام خطوط کا ذکر ہے۔ یقینی طور پر ہم اسے معلوم تاریخ کا پہلا خط مانتے ہیں۔ بعض تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ یونان میں خط لکھنے کا رواج حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل بھی موجود تھا۔ رومن کے شاعر سیسرو (Sissroo) کے مکاتب کا بھی لاطینی زبان میں پتہ چلتا ہے۔ اسی دور میں ہیورلیس (Hurales) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے پہلا منظوم خط لکھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد کے بعض حواریین کے خطوط بھی یونانی زبان میں ملتے ہیں۔ عربوں کے یہاں بھی مکتوب نگاری کا فن موجود تھا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلاطین کے نام خطوط جو دعوتی نقطۂ نظر سے لکھے گئے عربی مکتوب نگاری کی بہترین مثال ہیں، حضرت عمرؓ کے مکاتیب گورنروں کے نام اور حضرت علیؓ کے بعض مکاتیب جو نہج البلاغۃ میں شامل ہیں، عربی خطوط نگاری کے ترقی پذیر نمونے ہیں۔

فارسی زبان میں مکتوب نگاری کی بات کریں تو سامانی بادشاہ نوشیرواں کے خطوط کا مجموعہ ''توقیعات نوشیرواں'' اور مولانا جامی کے خطوط کا مجموعہ رقعات جامی اس کے علاوہ رقعات عالمگیری مشہور ومقبول ہے۔ اس فن کی ترقی کا بڑا سبب ''دارالانشاء'' کا قیام اور ایرانی حکمرانوں کے ذریعہ اس کام کے لئے منشی یا دبیر کے عہدے تھے۔ جن کا کام حکمرانوں کے احکام وہدایات کو لکھ کر متعلقہ شخصیات تک بھجوانا ہوا کرتا تھا۔

ہندوستان میں فارسی مکتوب نگاری نے صوفیاء کرام کے ذریعہ رواج پایا، اس کا بہترین نمونہ مکتوبات مجدد الف ثانی اور حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کی مکتوبات صدی اور مکتوبات دوصدی ہے جن کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے، چک مجاہد ویشالی واقع دادا پیر شاہ عماد الدین باطن کے پیر ومرشد سید شاہ حسن علی منعمی کے خطوط کا بھی فارسی زبان کے مکتوبات میں ایک مقام ہے۔ اس مجموعہ میں کئی خطوط شاہ عماد الدین باطن کے نام ہیں اور میں نے پی ایچ ڈی کا مقالہ اسی پر لکھا تھا اور اس کا ایڈیشن ورک بھی کیا تھا۔ فارسی زبان میں ابوالفضل کے مکتوبات کی بھی اہمیت رہی ہے اور اس کے کچھ خطوط یونیورسٹیوں میں فارسی نصاب کا حصہ رہے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

بچوں کے ساتھ وعدہ خلافی میں دہرا نقصان

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صحابی کسی بچے کو اپنے پاس بلانا چاہتے تھے اور وہ بچہ ان کے پاس نہیں آرہا تھا اور آنے سے انکار کر رہا تھا، ان صحابی نے اس بچے کو ترغیب دینے کے لئے یہ کہہ دیا کہ آؤ بیٹا ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں ایک چیز دیں گے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہ الفاظ سنے کہ ہم تمہیں ایک چیز دیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے پوچھا کہ یہ بتاؤ واقعی اس بچے کو کوئی چیز دینے کا ارادہ تھا یا ویسے ہی بہلانے کے لئے آپ نے اس سے یہ کہہ دیا تھا؟ ان صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس ایک کھجور تھی اور میرا ارادہ تھا کہ جب وہ آئے گا تو اس کو کھجور دیدوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعی تمہارا کھجور دینے کا ارادہ تھا تب تو ٹھیک ہے، لیکن اگر تمہارے دل میں اس کو کچھ دینے کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ محض اس کو اپنے پاس بلانے کے لئے اس کو یہ کہہ دیا تھا کہ ہم تمہیں ایک چیز دیں گے تو یہ تمہاری طرف سے وعدہ خلافی ہوگی۔ بچوں کے ساتھ وعدہ خلافی کرنے میں دوہرا نقصان ہے، ایک نقصان تو وعدہ خلافی کا گناہ ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ پہلے دن سے ہی بچے کے ذہن میں آپ یہ بات ڈال رہے ہیں کہ وعدہ کر کے مکر جانا کوئی خرابی کی بات نہیں، بچہ کا ذہن ایسا صاف ہوتا ہے جیسے سادہ پتھر، اس پر جو چیز نقش کردی جائے گی ہمیشہ کے لئے وہ چیز نقش ہو جاتی ہے، گویا کہ پہلے دن سے آپ نے وعدہ خلافی کا بیج بچے کے ذہن میں بو دیا، اب اگر وہ بچہ آئندہ کبھی بھی وعدہ خلافی کرے گا تو اس وعدہ خلافی کے گناہ میں آپ بھی حصہ دار ہوں گے۔ (واقعات جن سے میں متأثر ہوا: ۲۷)

حضرت امام ابو یوسفؒ کا خوف آخرت

ایک دفعہ عراق کے ایک نصرانی نے ہارون الرشید کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ فلاں باغ میرا ہے، جس پر خلیفہ نے ناجائز قبضہ کرلیا ہے، اس وقت کے قاضی امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کو بلا کر پوچھا، ہارون الرشید نے جواب دیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے، یہ باغ میرا ہے، اس شخص نے کہا ہارون الرشید سے قسم لی جائے، چنانچہ امام ابو یوسف نے خلیفہ سے قسم لی اور فیصلہ ہارون الرشید کے حق میں دیدیا، امام ابو یوسف جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتے ہیں تو آخرت کی باز پرس سے کانپ اٹھتے اور کہتے ”میں نے انصاف میں جو کوتاہی کی ہے، قیامت میں اس کا اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا، لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے انصاف میں کیا کوتاہی کی ہے؟ تو امام صاحب نے جواب دیا کہ مجھے تکلیف اور کوفت اس بات کی ہے کہ میں نے ہارون الرشید سے یہ کیوں نہ کہا کہ آپ کرسی سے اتر جائیے اور جہاں آپ کا فریق کھڑا ہے وہیں ایک فریق کی حیثیت سے آپ بھی کھڑے ہو جائیے، یا پھر اجازت دیجئے کہ اس کے لئے بھی کرسی لائی جائے۔ (المجتمع عربی رسالہ سے ماخوذ)

فراست صادقہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۷۶۲) کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی ایک جید طبیب تھے اور بطور پیشہ مطب بھی کرتے تھے، مرض کی تشخیص کا ایک دلچسپ واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تحریر فرمایا کہ سادات بارہہ کے کسی گاؤں میں آپ تشریف لے گئے، لوگوں نے ایک بیمار کا قارورہ آپ کو دکھایا، آپ نے صرف قارورہ دیکھ کر ہی نسخہ لکھدیا، ایک ہندو طبیب بھی وہاں موجود تھا، اس نے سوال کیا کہ حضرت! تشخیص مرض بھی فرمالی ہے؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ ایک عورت کا قارورہ ہے جس کا نام یہ ہے، یہ شکل وصورت ہے، یہ اخلاق وعادات ہیں اور یہ مشکلات ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کام جو وہ کرتی ہے، ہمیں معلوم ہیں، ہندو طبیب نے برجستہ سوال کیا کہ حضرت! یہ باتیں کس طبی کتاب میں موجود ہیں، آپ نے فرمایا کہ جی نہیں، یہ طب نہیں، یہ ہم غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست صادقہ ہے۔ (اطباء کے حیرت انگیز کارنامے، ص: ۹۹)

حضرت مولانا رومؒ کے والد اور بادشاہ کا واقعہ

مولانا روم کے والد اپنے زمانہ کے بڑے پایہ کے بزرگ تھے، ان کی خدمت میں بادشاہ وقت بھی آتا تھا، جب بادشاہ نے دیکھا کہ مجلس کا عجیب حال ہے کہ وزیر اعظم بھی وہاں موجود ہے اور دوسرے اور تیسرے نمبر کے وزراء بھی وہاں موجود ہیں اور سلطنت کے بڑے بڑے حکام وسرکردہ لوگ سارے وہاں موجود ہیں اور دوسری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے تاجر بھی وہاں موجود ہیں اور تیسری طرف دیکھتے ہیں تو علماء بھی وہاں بیٹھے ہیں تو بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ میرے دربار میں تو یہ لوگ آتے نہیں ہیں اور ان کے یہاں اس شان اور اتنی قدر کے ساتھ آکر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک صورت سے سراپا محبت اور عظمت ٹپک رہی ہے اور ان کی بزرگی سب پر چھائی ہوئی ہے، تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بادشاہ کو بجائے حیرت کے غیرت پیدا ہونا شروع ہوگئی تو بادشاہ نے یہ تدبیر سوچی کہ ان کو مال اور خزانہ میں پھانس دیا جائے۔ چنانچہ یہ کہہ کر ان بزرگ کے پاس خزانہ کی کنجیاں بھیج دیں کہ میرے پاس اور کچھ تو رہا نہیں سب آپ کے پاس ہے، بس خزانہ کی کنجیاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں رومؒ کے والد نے کنجیاں یہ کہہ کر واپس کردیں کہ آج بدھ کا دن ہے اور کل تک مجھے مہلت دیجئے، پرسوں جمعہ ہے، میں جمعہ کی نماز پڑھ کر آپ کا شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا، یہ سب چیزیں آپ کو مبارک ہوں، یہ خبر لوگوں کے درمیان اڑ گئی تو وزیروں کی طرف سے استعفیٰ کا سلسلہ شروع ہوگیا، ایک وزیر کا استعفیٰ آیا پھر دوسرے کا آیا، پھر تیسرے کا آیا کہ جب حضرت یہاں سے جارہے ہیں تو ہم بھی جارہے ہیں شہر کے جو بڑے معزز باوقار لوگ تھے وہ بھی چلے جانے کیلئے تیار ہوگئے، جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر یہ سب چلے جائیں گے تو شہر کی جان اور شہر کی روح نکل جائے گی اور شہر کی جتنی رونق ہے سب ختم ہو جائے گی، اس لئے خود حاضر ہو کر مولانا رومؒ کے والد سے معافی مانگی کہ مجھ سے گستاخی ہوگئی، میں معافی چاہتا ہوں آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں، یہ سب اس لئے ہوا کہ مولانا روم کے والد نے ہر چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں قربان کردیا تھا، اس کے نتیجہ میں اللہ نے ہر چیز کے دل میں ان کی محبت پیدا فرمادی تھی اور اللہ نے ان کو کامل ولایت عطا فرمائی ”من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب“ (جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں) کا پورا منظر نظر آرہا تھا۔ (گلشن نعمانی)

خدام کے آرام وراحت کا خیال

سلطان التمش جس نے ۶۰۷ھ سے ۶۳۳ھ تک نہایت کر وفر کے ساتھ ہندوستان میں حکمرانی کی، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی المتوفی ۶۳۳ھ اپنے ملفوظات ”فوائد السالکین“ میں اس کے اخلاق حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”ایلتمش صحیح العقیدہ تھا، وہ راتوں کو جاگتا تھا، اگر کبھی اتفاقاً نیند آجاتی تو فوراً بیدار ہو جاتا اور وضو کرتا، اپنے نوکروں چاکروں میں سے کسی کو نہ جگاتا اور کہتا کہ آرام سے سونے والوں کو کیوں تکلیف دی جائے، رات کو فقیروں کے بھیس میں باہر نکل جاتا، اس کے ہاتھ میں اشرفیوں کا تھیلا ہوتا، لوگوں کے دروازوں پر جاتا، انہیں دستک دے کر باہر بلاتا ان کے حالات دریافت کرتا اور ان کی حسب ضرورت مدد کرتا اور قسمیں دے کر ان سے کہتا کہ جب ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں نہ ہوں یا ان پر کوئی ظلم وزیادتی کرے تو وہ اس کے دربار کے پاس آکر لٹکی ہوئی زنجیر عدل کو بلائیں تاکہ وہ حالات سے باخبر ہو کر انصاف کرسکے، کیونکہ قیامت کے دن ان کی فریاد کو اٹھانے کی طاقت اس کے اندر نہیں ہے۔ (فوائد السالکین)

پاکبازی کی نادر مثال

احمد نظام الدین شاہ والی احمد نگر المتوفی ۹۰۴ھ نہایت ہی پاک خصلت اور نیک طینت فرماں روا تھا، وہ جب باہر نکلتا تو راستے میں دائیں بائیں دیکھنے کے بجائے اپنی نظریں نیچے کئے رہتا، ایک بے تکلف امیر نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ شہر سے گذرتے وقت میری سواری کا تماشا دیکھنے کے لئے مرد وعورت آکر کھڑے ہو جاتے ہیں ڈرتا ہوں کہ میری نگاہ کسی نامحرم پر نہ پڑ جائے اور اس کا وبال مجھ پر نازل ہو۔ (تاریخ فرشتہ: ۱۰۰/۲)

حق بحق دار رسید

سکندر لودھی کے عہد حکومت میں سنبھل کے علاقہ میں ایک شخص کو پندرہ ہزار اشرفیوں کا ایک دفینہ دستیاب ہوگیا، سنبھل کے حاکم میاں قاسم نے اشرفیوں کو اس شخص سے وصول کرلیا اور سلطان سکندر کے پاس ایک درخواست بھیج کر پوچھا کہ اس دفینہ کے بارے میں کیا حکم ہے سلطان نے حکم دیا کہ پانے والے کو واپس لوٹا دیا جائے، حاکم سنبھل نے پھر لکھ کر بھیجا کہ اتنی بڑی رقم پانے کا یہ شخص مستحق نہیں ہے، سلطان نے اس کو لکھا کہ اے احمق! جس نے اس شخص کو یہ دفینہ عطا کیا ہے وہ بہتر جاننے والا ہے، اگر یہ مستحق نہ ہوتا تو وہ کیوں دیتا، ہم لوگ سب خدا کے بندے ہیں، وہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں کون کس چیز کا مستحق ہے۔ (تاریخ داؤدی، ص: ۴۲)

خوف آخرت

والی گجرات سلطان محمود بیگڑہ کا جانشین سلطان مظفر ایک دن قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا، قیامت کے ذکر پر مشتمل آیتوں کو پڑھ کر بے اختیار رونے لگا اور بولا معلوم نہیں اس وقت میرا کیا حال ہوگا، اس کے ایک ندیم شیخ جیو نے کہا جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوا ہے، کثرت عبادت آپ کا مشغلہ ہے، خلق خدا بھی آپ سے خوش ہے، توقع ہے کہ آخرت میں آپ کو بلند ترین درجات ملیں گے، سلطان نے یہ سن کر کہا شیخ جیو مری گردن پر بار گراں ہے، اسی لئے روتا ہوں کیا تم نے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی ”نجا المخففون وھلک المثقلون“ ہلکے پھلکے لوگ نجات پالیں گے اور جو گراں ہے وہ ہلاک ہوگا۔ (مرأۃ سکندری، ص: ۱۷۰)

رات کو سونے سے پہلے توبہ کرلیا کرو

ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت بابا انجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، بڑے عجیب وغریب بزرگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب فہم وفراست عطا فرمائی تھی، عجیب باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے، ایک دن وہ توبہ پر بیان فرمارہے تھے، ان کے بیان میں چھوٹے چھوٹے چٹکلے ہوا کرتے تھے، ایک آزاد منش نوجوان اس مجلس میں آگیا، وہ اپنے کسی مقصد سے آیا تھا، مگر یہ اللہ والے تو ہر وقت سکھانے اور تربیت کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، چنانچہ اس نوجوان سے فرمانے لگے کہ میاں! لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ دین بڑا مشکل ہے، ارے یہ دین کچھ بھی مشکل نہیں، بس رات کو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیا کرو، بس یہی سارا دین ہے۔ جب وہ نوجوان چلا گیا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت! یہ تو واقعی بڑی عجیب وغریب چیز ہے، لیکن دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بے چینی رہتی ہے، فرمانے لگے کہ کیا؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت! توبہ کی تین شرطیں ہیں، ایک یہ کہ دل میں ندامت ہو، دوسرے یہ کہ فوراً اس گناہ کو چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ کے لئے یہ عزم کرلے کہ آئندہ یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا، ان میں سے پہلی دو باتوں پر تو عمل کرنا آسان ہے کہ گناہ پر ندامت بھی ہو جاتی ہے اور اس گناہ کو اس وقت چھوڑ بھی دیا جاتا ہے، لیکن تیسری شرط کہ یہ پختہ عزم صحیح ہو یا نہیں؟ اور جب عزم صحیح نہیں ہوا تو توبہ بھی صحیح نہیں ہوئی اور جب توبہ صحیح نہیں ہوئی تو اس گناہ کے باقی رہنے اور اس کے معاف نہ ہونے کی پریشانی رہتی ہے۔ جواب میں حضرت حضرت بابا انجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جاؤ میاں، تم تو عزم کا مطلب بھی نہیں سمجھتے عزم کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے یہ ارادہ کرلو کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا، اب اگر یہ ارادہ کرتے وقت دل میں یہ ڈھڑکہ اور اندیشہ لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں، میں اس عزم پر ثابت قدم رہ سکوں گا یا نہیں؟ تو اندیشہ اور دھڑکا اس عزم کے منافی نہیں اور اس اندیشے اور خطرے کی وجہ سے توبہ میں کوئی نقص نہیں آتا، بشرطیکہ اپنی طرف سے پختہ ارادہ کرلیا ہو، اور دل میں یہ جو خطرہ لگا ہوا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرلو کہ یا اللہ، میں توبہ تو کر رہا ہوں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم تو کر رہا ہوں، لیکن میں کیا؟ اور میرا عزم کیا؟ میں کمزور ہوں، معلوم نہیں کہ اس عزم پر ثابت قدم رہ سکوں گا یا نہیں؟ یا اللہ آپ ہی مجھے اس عزم پر ثابت قدم فرما دیجئے، آپ ہی مجھے استقامت عطا فرمائیے، جب یہ دعا کرلی تو ان شاء اللہ وہ خطرہ اور اندیشہ زائل ہو جائے گا۔ قیقت یہ ہے کہ جس وقت حضرت بابا انجم احسن صاحب نے یہ بات ارشاد فرمائی اس کے بعد سے لوگوں کے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ (واقعات جن سے میں متأثر ہوا: ۲۵۲-۲۵۳)

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی زندگی کے چند گوشے

حافظ محمد امتیاز رحمانی

اللہ تعالیٰ نے ہندوستانی سرزمین کو سرسبز شاداب بنایا ہے، جہاں اس سرزمین کو مادی نعمتوں سے نوازا ہے، وہیں اس سرزمین کو روحانی اور علمی نعمتوں سے نوازا ہے، بلکہ ہندوستان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیگر ممالک پر امتیازیت اور فوقیت دی ہے، علم وروحانیت کا سرچشمہ یہاں بہت زیادہ ہے، دیگر ممالک اس سے خالی ہیں، ہندوستان کے صوبہ بہار کو بھی اللہ تعالیٰ نے امتیازیت دی ہے، اس سرزمین پر بڑے بڑے علماء، ادباء، شیوخ ومرشد جلوہ افروز ہوئے، صوبہ بہار کو اس بابت بھی خصوصیت رہی ہے، ملک پر جب کوئی آفت ناگہانی آئی ہے، صوبہ بہار کا کوئی فرد اٹھا اور ملک کی قیادت کی، جیسا کہ قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری نے، ندوۃ العلماء کے قیام، رد عیسائیت اور فتنہ قادیانیت کے موقعہ پر ملک کی قیادت فرمائی، امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی نے ایمرجنسی کے موقعہ پر پورے ملک کی قیادت فرمائی، امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی مدظلہ کی تحریک سے جسٹس کاٹجو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔ الغرض بہار کی سرزمین بھی مردم خیز سرزمین رہی ہے، جہاں علماء، ادباء، شعراء اور شیوخ و مرشدین ہر دور میں رہے ہیں اور امت کی خدمت اور اس کی رہنمائی فرمائی ہے۔ ان پاکباز علماء میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کا نام گرامی بھی آتا ہے، جنہوں نے اپنے علوم کے چشمے بہائے، اور امت کو سیراب فرمایا۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کا خاندان:

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کا خاندان مدینہ منورہ کا خاندان ہے، جو حسنی اور حسینی خاندان سے تعلق رکھتا ہے، یہ خاندان برابر منتقل ہوتا رہا ہے، یہ خاندان مدینہ منورہ منتقل ہوا تو مقام واسط میں آکر مقیم ہوا، پھر یہاں سے منتقل ہوا تو عراق آیا، اور عراق میں جاجنیر ایک جگہ ہے وہیں آباد ہوا، حضرت گیلانی کے جد امجد سید احمد جاجنیری ایک مدت تک مقام جاجنیر میں مقیم رہے، پھر سلطان محمد غوری آپ کو ہندوستان لے آئے، سلطان محمد غوری نے جب ہندوستان کو فتح کیا، تو سید احمد جاجنیری کو کانپور میں آباد کیا، اور وہاں جاگیریں عنایت کیں۔

پھر یہ خاندان سید احمد جاجنیری کی سرپرستی میں مونگیر ضلع کے ندیاواں گاؤں میں منتقل ہوا، اور سلطان محمد غوری نے وہاں بھی مختلف جاگیریں عنایت فرمائی، پھر ان میں دو بھائی میر دھوم، اور میر مقیم موضع یکساری، موضع گیلانی آئے، اور یہیں سکونت اختیار کر لیں۔

گیلانی کا جائے وقوع:

گیلانی کا جائے وقوع محی الدین پور گیلانی ہے، جو بربیگھا سے تین میل کے فاصلہ پر جانب مغرب میں واقع ہے، یہ آبادی پہلے مسلمانوں پر مشتمل تھی، مگر اب بمشکل پندرہ بیس مکان مسلمانوں کے ہوں گے، جن میں ایک یا دو مکان سادات کے ہوں گے۔

حضرت گیلانی کی جائے پیدائش:

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کی جائے پیدائش مشہور ومعروف گاؤں استھانواں ضلع نالندہ ہے، یہ سادات کی بستی ہے، آپ ۹/ربیع الاول ۱۳۱۰ھ میں اس دارفانی میں تشریف لائے، مگر تعلیم وتربیت موضع گیلانی میں ہوئی، آپ کی والدہ محترمہ اونچے اور شریف گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں، اور ایک دیندار عورت تھیں، الغرض ننیہال اور دادھیال کے دیندار ماحول اور عالمانہ فضا میں حضرت گیلانی کی پرورش ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

حضرت گیلانی کے والد محترم حافظ ابوالخیر صاحب تھے، فارسی کی تعلیم کے بعد ہی آپ کے والد محترم جناب مولانا احسن کا انتقال ہوگیا تھا، چنانچہ آپ کی تعلیم منقطع ہوگئی اور گھر کی جائداد کی دیکھ ریکھ میں لگ گئے۔

مولانا حکیم ابونصر صاحب:

حضرت گیلانی کے عم محترم مولانا حکیم ابونصر صاحب کی کوئی اولاد نہ تھی، لہذا انہوں نے پوری توجہ حضرت گیلانی کی تعلیم وتربیت کی طرف مرکوز کر دیں، ابتدائی تعلیم سے لے کر نحو وصرف کی کتابیں پڑھا کر، مولانا سید برکات احمد متوفی ۱۳۴۷ھ کی خدمت میں بھیج دیا۔ مولانا سید برکات احمد نے حضرت گیلانی کو بڑی محنت اور دلچسپی سے معقولات کی ابتداء سے لے کر انتہا تک تمام کتابیں پڑھا دیں، اور حدیث کی بعض کتابیں مولانا قاضی محمد ایوب پھلتی قاضی ریاست بھوپال سے پڑھیں۔ حضرت گیلانی اپنی تعلیم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ”دیوبند کی حاضری سے پہلے سات آٹھ سال تک خود اس فقیر کو جس مدرسہ میں پڑھنے کا ذاتی تجربہ ہوا ہے، علم حدیث کے سوا کی جو کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں، وہ زیادہ تر اسی مدرسہ کی تعلیم کا نتیجہ ہے، میری مراد سیدی الاستاذ حضرت مولانا برکات احمد ٹونکی نزیلا وبہاری وطنا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم گاہ سے ہے، جس نے صرف ہندوستان اور اس کے مختلف صوبوں پنجاب، یوپی، بہار، بنگال، دکن وغیرہ کے طلبہ کی ایک معقول تعداد فارغ ہو کر ملک کے مختلف گوشوں میں علم دین کی خدمت میں مصروف ہے، بلکہ ہر زمانہ بیرون ہند مثلاً افغانستان، بخارا، تاشقند، سمرقند، ہرات، ترمذ کے طلبہ بھی تحصیل علم میں مصروف رہتے تھے، اور فاتحہ فراغ پڑھ کر اپنے اپنے ملکوں کو واپس ہوتے۔ کم وبیش چالیس سال تک تعلیم وتعلم کا یہ سلسلہ ان ہی خصوصیتوں کے ساتھ جاری رہا۔“ (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت)

حضرت گیلانی دارالعلوم دیوبند میں:

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب ٹونک مدرسہ کے تمام معقولات اور دیگر فنون کی کتابوں کو پڑھ کر فارغ ہوئے، تو دارالعلوم دیوبند کا رخ فرمایا، شیخ الحدیث کی مسند پر حضرت شیخ الہند جلوہ افروز تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی شہرت سن کر ان سے مانوس تھے، چنانچہ رمضان المبارک کے زمانہ میں داخلہ کی درخواست دارالعلوم بھیج دی، فوراً داخلہ کی منظوری کا جواب آگیا، چنانچہ شوال المکرّم میں آپ نے دارالعلوم کا قصد فرمایا، اور علامہ انور شاہ کشمیری نے آپ کا داخلہ امتحان لیا، ایک دو سوال پوچھ کر کچھ تعریفی کلمات فرما دیئے، شاہ صاحب کے تعریفی کلمات ہی دارالعلوم میں مولانا گیلانی کی شہرت کا سبب بنے۔ اس واقعہ کو مولانا گیلانی کی زبان میں ملاحظہ فرمائیں: ”غالباً چھوٹی سی دستی میز پر کتاب تھی، یہ میر زاہد رسالہ تھا، شاہ صاحب نے کتاب کھولی۔ وہ کتاب کھول رہے تھے اور میرے جسم پر رعشہ طاری تھا، پیشانی پسینہ سے شرابور، کانپ رہا تھا، دیکھئے کہاں سے پوچھتے ہیں؟ خیال آتا ہے، کہ تحقیق کل فرد منہ بعد تحقق الموصوف کے الفاظ سے العلم متجدد کی تعریف میر زاہد نے جو کی ہے، دریافت فرمایا کہ اس عبارت کا مطلب بیان کرو، یہ وہی مقام تھا، جس کے مالہ وماعلیہ کے پڑھنے میں تقریباً ایک مہینہ ٹونک کی درسگاہ میں صرف ہو چکا تھا، میر زاہد کا منہیہ، غلامی یحییٰ کے حواشی، عبدالعلی بحرالعلوم العلامہ کے اضافے، مولوی عبدالحق خیرآبادی نے اپنے حاشیہ پر ان سب پر جو کچھ لکھا تھا، اور خود استاذ محترم کا ذاتی حاشیہ اس مقام پر جو تھا، سب ہی گھونٹے ہوئے پئے ہوئے تھے، لیکن جواب تو وہ دیں جو اپنے آپ میں موجود بھی ہو، ایک ہفتہ دارالعلوم احاطہ میں جو گذرا تھا، حضرت شاہ صاحب کے فضائل وکمالات علمی تبحر اور غیر معمولی معلومات ومحزونات کے ذکر سے دل اس حد تک مرعوب ہو چکا تھا کہ جس وقت پوچھا گیا، مطلب بیان کرو، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کبوتر شاہین کے پنجہ میں آگیا ہے، نہ ہوش ہی باقی تھا، اور نہ حواس، کچھ یاد نہیں کہ بدحواسی کے عالم میں منہ سے کیا اول فول بے تکی باتیں بے ساختہ نکلیں، ایک دو سوال کے بعد کتاب بند ہوگئی، اور اجازت اٹھ جانے کی فرمائی گئی، جس وقت اٹھا اس یقین کے ساتھ اٹھا کہ دارالعلوم سے روانگی کا انتظام کر لینا چاہئے۔“ (حیات مولانا گیلانی)

اکابر دارالعلوم سے تعارف:

حضرت گیلانی جب دارالعلوم میں تشریف لائے، اور ایک مہینہ کے قیام میں اکابر دارالعلوم کی تعریف سرانی علماء کرام کی زبان سے سنتے رہے اور متأثر ہوتے رہے اس تأثرات کو مولانا گیلانی کی زبان میں سمجھیں: ”دوسری طرف کان میں نئے نئے ناموں کا ایک سلسلہ تھا، جو یک بعد دیگرے مسلسل ٹکراتا چلا جاتا ہے، میرے کان اب تک اہل علم کے جن تذکروں سے بھرے تھے، اور دل کی جن کی عظمتوں نے لبریز کر دیا تھا، وہ دارالعلوم کے احاطہ کی مختلف تھا، جہاں بیٹھتے، جدھر جاتے، ہر مجلس، ہر حجرے اور حجروں کے در و دیوارے حضرت نانوتوی مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی، مولانا رشید احمد، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبدالرحیم رائے پوری، کے چرچوں کے سوا اور کچھ نہ تھا، ان چرچوں کو صرف سنتا تھا، اور انہیں کے ساتھ کچھ گرامی اسماء بھی تھے، اسماء کے ساتھ خود ان کے پر بھی نظر پر جاتی تھی، یہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا حافظ محمد احمد، مولانا حبیب الرحمان، مولانا مفتی عزیز الرحمان، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ اجمعین کی مبارک اور قدسی ہستیاں تھیں، ان کے رہنے، سہنے، بولنے، چالنے ان کی عادتوں اور ان کی ظرافتوں ان کی قربانیوں، ان کی للّٰہیت، اخلاص وصداقت ان کی کرامتوں اور سب سے زیادہ ان میں ہر ایک کی علمی خصوصیتوں کے سوا سچ پوچھئے، تو اس پہلے ہفتہ میں میرے کانوں سے شاید ہی کوئی اور بات سنی ہو۔“ (حیات مولانا گیلانی)

مولانا گیلانی کی خوش قسمتی کہی جائے گی کہ دارالعلوم دیوبند میں بیک وقت ایسے اساتذہ کی برگزیدہ جماعت ملی جو اپنے اپنے وقت کے آفتاب وماہتاب تھے، یہاں علم کا ایک سمندر بہتا تھا، تو دوسری طرف روحانیت ومعرفت ربانی کے چشمے جاری تھے، بیک وقت حضرت گیلانی ان دونوں چشموں سے فیضیاب ہو رہے تھے۔

حضرت گیلانی بحیثیت انشاء پرداز:

حضرت گیلانی کی باضابطہ انشاء پردازی درالعلوم دیوبند سے شروع ہوئی ہے، حضرت شیخ الہند کی نگاہ کرم مولانا گیلانی پر برابر مرکوز رہتی تھی، ایک دن بلا کر فرمایا۔ ”مولوی صاحب میں نے سنا ہے کہ لکھنے پڑھنے کا تم خاص ذوق رکھتے ہو، مدرسہ کی طرف سے القاسم رسالہ نکلتا ہے، اس میں مضمون کیوں نہیں لکھتے۔“ (حیات مولانا گیلانی)

حضرت شیخ الہند کے یہ چند جملے مہمیز کا کام کیا، اور حضرت گیلانی نے مضمون لکھنے کا عزم کر لیا، چنانچہ سب سے پہلا مضمون سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعنون ”خیر الامم کا نعرائے امتیاز“ لکھنا شروع کر دیا، جو کئی قسطوں میں القاسم میں شائع ہوتا رہا۔ حضرت گیلانی کی یہ خصوصیت تھی کہ جہاں قلم چلتا تو چلتا ہی رہتا، رکتا نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جامع الصفات بنایا تھا، تحریر میں تقریر میں، تصنیف وتالیف میں یہ ممتاز تھے، پھر اساتذہ کرام بھی آپ کے آفتاب وماہتاب کی طرح ملے، جنہوں نے آپ کی صلاحیت میں چار چاند لگا دیئے، تحریر وتقریر میں شگفتہ بیانی حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے حاصل کی تھی، تدریس میں جامعیت اور اختصاریت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے حاصل تھی، اور علم میں گہرائیت اور معلومات کی افزانی حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے حاصل تھی۔

حضرت گیلانی بحیثیت خطیب:

حضرت گیلانی میں تقریر کا جوہر پوشیدہ تھا، جس کا اظہار ٹونک سے ہوا، خلافت کی تحریک شروع ہوئی، اور ایک صاحب چندہ کے لیے ٹونک آئے ہوئے تھے، جمعہ میں تقریر کرتے اور لوگوں سے چندہ کی اپیل کرتے، مگر حسب خاہ کامیابی نہیں ملی، یہ دیکھ حضرت گیلانی نے یہ ٹھان لی کہ آئندہ جمعہ میں میں تقریر کروں گا، چنانچہ جمعہ کے ہزاروں مجمع میں بعد نماز جمعہ تقریر کے لیے کھڑے ہوگئے، اور وامتاز و االیوم ایھا المجرمون پر تقریر کی۔ آپ کی تقریر ایس بھڑکدار اور جوشیلے انداز میں ہوئی۔ سارے مصلی حیران وششدر تھے، مولانا گیلانی فرماتے ہیں: ”ساری مسجد میں کہرام مچا ہوا تھا، جو کہہ رہا تھا وہ بے ہوش تھا، رو رہا تھا، اور جو سن رہتے تھے وہ ڈھاریں مار رہے تھے، جس کے پاس جو کچھ تھا پھینکتا جا رہا تھا۔ اس میں روپئے بھی تھے، پیسے بھی، گھڑیاں بھی تھیں، انگوٹھیاں بھی، شروانیاں بھی تھیں، اور چھڑیاں بھی، سب سمیٹی گئیں، اندازہ کیا گیا کہ مسجد میں چند ہفتوں تک کی تقریروں سے سو روپئے وصول نہ ہو پائے تھے کہ اس مسجد میں دیکھا گیا کہ تقریباً پانچ سو روپئے کا سرمایہ جمع ہوگیا تھا۔“ (حیات مولانا گیلانی)

یہ حضرت گیلانی کی پہلی تقریر تھی، اس تقریر کی اس قدر شہرت ہوئی کہ لوگ جلسے کرانے لگے، اور حضرت کو تقریر کے لیے مدعو کرنے لگے، محلے محلے جلسہ ہو رہا ہے، اور حضرت کی تقریر ہو رہی ہے، خلافت تحریک کے لیے چندہ بھی ہو رہا ہے، تقریباً بیس ہزار روپئے اس ٹونک سے چندے ہوئے، اور مولانا کی شہرت ہوئی اور مقرر شہر کہے جانے لگے۔

نتیش کمار کے توقعات اور قومی سیاست

پروفیسر مشتاق احمد

تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جس وقت دنیا میں حکومت تشکیل کرنے کا کوئی طریقہ کار وجود میں نہیں آیا تھا اس وقت بھی بہار میں جمہوری طرز حکومت قائم ہوچکی تھی یہ اور بات ہے کہ اس وقت ریاست کا تصور کچھ اور تھا۔لیکن اس حقیقت سے انکارنہیں کیا جاسکتا کہ بہار کے عوام کے ذہن و دماغ میں جمہوریت کے چراغ روشن تھے بلکہ اس کی پاسداری کا جذبہ بھی مستحکم تھا۔شاید یہی وجہ ہے کہ تغیرِ زمانہ کے ساتھ بھی یہاں جمہوری قدریں برقرارر ہیں اور یہاں کے لوگوں نے کبھی انقلاب کی چنگاری کو بجھنے نہیں دیا۔آزادی کے بعد بھی ریاست بہار انقلابی سیاست دانوں کا خطۂ خاص رہا کہ جے پرکاش نرائن نے جمہوریت کے استحکام کے لئے ایک ایسی تحریک کی بنیاد ڈالی اور اسے فروغ دیا جس نے قومی سیاست کی سمت ورفتار کو بدل کرر کھ دیا اور کرپوری ٹھاکر نے اپنی سماجی تحریک کی بدولت ریاست کی سیاست کے محور ومرکز ہی تبدیل کردیئے۔

غرض کہ بہار کے عوام شعوری طور پر جمہوری قدروں کی پامالی کو بہت دیر تک برداشت نہیں کرتے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ حالیہ دہائی میں یہاں کی سیاست نے قومی سیاست کو نہ صرف حیران کیا ہے، بلکہ اسے اثر انداز بھی کیا ہے۔ بہار کی حالیہ سیاسی تبدیلی اسی ذہنی روش اور جذبۂ جمہوری اقدار کی پاسداری کی عکاس ہے۔نتیش کمار نے یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ بہار کے عوام کے مزاج شناس ہیں اور جب کبھی انہیں احساس ہوا کہ بہار کے عوام ان کے اقدام کے تئیں فکر مند نظر آرہی ہے تو انہوں نے فوراً عوام کے احساس و جذبات کا احترام کیا اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی بھی کی ہے۔ وزیراعلیٰ نتیش کمار نے جو حالیہ قدم اٹھایا ہے اس کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ وہ بھارتیہ جنتا پارٹی کو اتنا بڑا سیاسی جھٹکا دے سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ حقیقت جگ ظاہر ہے کہ حالیہ برسوں میں ملک میں کس طرح کی سیاسی فضا پروان چڑھی ہے اور ایک مخصوص نظریے کی مخالفت کرنے والوں کو کس کس طرح اقتدار سے بے دخل کیا جاتا رہا ہے اور اس کے لئے کیسے کیسے حربے استعمال کئے جارہے ہیں، لیکن ان تمام حقیقتوں سے آگاہ ہونے کے باوجود نتیش کمار نے جو قدم اٹھایا ہے وہ ان کی بلند ہمتی اور حوصلے کا غماز ہے۔

اگرچہ جس طرح کا خدشہ لاحق تھا اس کا آغاز ہوچکا ہے کہ عظیم اتحاد کے خلاف طرح طرح کی سازشیں بھی شروع ہوگئی ہیں، لیکن نتیش کمار نے ان تمام خدشات کو قبول کرتے ہوئے جمہوری اقدار کی پاسداری کے لئے سینہ سپر ہوگئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب نتیش کمار کی طرف پورے ملک کی نگاہ لگی ہوئی ہے۔

حال ہی میں تلنگانہ کے وزیراعلیٰ کے چندر شیکھر راؤ نے پٹنہ آکر وزیراعلیٰ نتیش کمار اور نائب وزیر اعلیٰ تیجسوی یادو کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس کے ذریعہ یہ پیغام دینے کی کوشش کی کہ اب قومی سیاست کے رخ کو بدلنے کا وقت آگیا ہے اور اس کی قیادت نتیش کمار کے ہاتھوں میں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ نتیش کمار کے تعلق سے پہلے بھی اس طرح کی مثبت باتیں کی جاتی رہی ہیں کہ وہ نریندر مودی کے مقابل وزیراعظم کے امیدوار کے طور پر دیگر قومی سیاست دانوں کے مقابل بہتر ثابت ہوسکتے ہیں۔ کیوں کہ اس وقت قومی سیاست میں جتنے فعال ومتحرک اور معمر لیڈران ہیں ان میں نتیش کمار کی سیاسی شبیہ صاف وشفاف ہے۔خود بھارتیہ جنتا پارٹی بھی گذشتہ دہائی میں نتیش کمار کی شبیہ کو مثالی قرار دیتی رہی ہے اور اسمبلی انتخابات میں اعلانیہ طور پر نتیش کمار کی سیاسی فہم وادراک کا اعتراف کرتی رہی ہے۔اب جب کہ نتیش کمار بھارتیہ جنتا پارٹی سے الگ ہوچکے ہیں اور ریاست میں نئی سیاسی صف بندی یعنی عظیم اتحاد کے قائد تسلیم کئے جاچکے ہیں تو ایک بار پھر قومی سطح پر نتیش کمار کی قائدانہ صلاحیت پر گفتگو کا آغاز ہوچکا ہے اور آئندہ پارلیامانی انتخاب کے لئے بیشتر سیاسی جماعتوں کی نگاہ نتیش کمار پر ہے کہ وہ قومی سیاست کی باگ ڈور سنبھالیں۔ اگرچہ نتیش کمار اب وزیراعظم کا امیدوار ہونے کی باتوں کو محض قیاس آرائی قرار دیتے رہے ہیں، لیکن سچائی یہ ہے کہ اگر واقعی قومی سطح پر کوئی نئی سیاسی صف بندی تیار ہوتی ہے تو اس میں نتیش کمار کی حیثیت محور ومرکز کی ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آئندہ پارلیامانی انتخاب کے نتائج میں ملک کی علاقائی سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کا اہم رول ہوگا۔ کیوں کہ تمام علاقائی جماعتوں کو یہ خوف پیدا ہوگیا ہے کہ اگر وہ سب متحد نہیں ہوں گے تو شاید ان کا وجود بھی ختم ہوجائے گا اور اسکی وجہ صاف ہے کہ حالیہ برسوں میں جس طرح عوامی نمائندوں کی خرید وفروخت اور خوف وہراس کی بدولت حکومت تشکیل پانے لگی ہے اور جس طرح جمہوری تقاضوں کی دھجیاں اڑائی جانے لگی ہیں، ایسے ماحول میں علاقائی سیاسی جماعتوں کا اندیشہ بجا ہے۔اس لئے نتیش کمار کے حالیہ سیاسی فیصلوں کا چہار طرفہ خیر مقدم ہورہا ہے اور علاقائی سیاسی جماعتوں کا حوصلہ جو بلند ہوا ہے کہ وہ اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔تلنگانہ کے وزیراعلیٰ کے چندر شیکھر راؤ کی پٹنہ پریس کانفرنس اس حقیقت کا اشاریہ ہے کہ وہ دیگر علاقائی سیاسی جماعتوں کے سربراہان کے رابطے میں ہیں اور قومی سطح پر ایک نئی سیاسی صف بندی کے خواہاں ہیں۔اس کے لئے وزیراعلیٰ بہار نے ملک کی سیکولر سیاسی پارٹیوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش شروع کردی اور اس کے لئے کئی دنوں تک دہلی میں قیام بھی کیا اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو نہ صرف نتیش کمار کے لئے قومی سیاست کا راستہ ہموار ہوگا بلکہ ملک کی سیاست کا رخ بھی تبدیل ہوسکتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ دیگر علاقائی سیاسی جماعتوں کے لیڈران نتیش کمار کی طرح بے خوف ہوکر موجودہ سیاسی فضا کو تبدیل کرنے میں معاون ثابت ہوں۔ حال ہی میں نتیش کمار نے دیگر علاقائی سیاسی جماعتوں کے لیڈران سے یہ اپیل بھی کی ہے کہ ملک میں جس طرح نفرت کی سیاست پروان چڑھ رہی ہے اور فرقہ وارانہ نظریہ فروغ پارہا ہے وہ نہ صرف جمہوری قدروں کے لئے مضر ہے بلکہ ملک کی سالمیت کے لئے بھی خسارۂ عظیم ثابت ہوسکتا ہے۔نتیش کمار نے عوام سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اپنے بنیادی مسائل کے حل کے لئے آواز بلند کریں اور ملک میں جو اشتعال انگیز اور نفرت آمیز سیاست پروان چڑھ رہی ہے اس کے شکار نہ ہوں۔عظیم اتحاد کی طرف سے بھی یہ فضا قائم کی جارہی ہے کہ ریاست میں ترقیاتی ایجنڈوں پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ نفرت کی سیاست کے زہر کو زائل کرنے کے لئے بھی ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا جائے اور اس پر تمام اتحادی جماعتیں صدق دل سے عملی طور پر فعال ہوں تاکہ ملک میں یہ پیغام عام ہوسکے کہ جس طرح نتیش کمار نے بہار میں بے خوف سیاست داغ بیل ڈالی ہے، ملک کی دیگر ریاستوں میں بھی اس طرح کی فضا قائم کی جاسکتی ہے اور جمہوری قدروں کی پاسداری کے لئے ایک نئی صف بندی ممکن ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ نتیش کمار ریاستی سیاست کے حصار سے باہر نکلنے کو ذہنی طور پر کب تیار ہوتے ہیں اور اعلانیہ طور پر قومی سیاست کی قیادت کے لئے خود کو تیار کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس وقت قومی سیاست میں جس طرح صاف وشفاف شبیہ کے لیڈروں کا فقدان ہے، ایسے وقت میں نتیش کمار کی شخصیت قابل قبول بن سکتی ہے کہ اب تک ان کے دامن پر کسی طرح کی بدعنوانی کا داغ نہیں ہے اور لاکھ سازشوں کے باوجود ان کی شبیہ مسخ نہیں ہوسکی ہے اور عوام الناس میں بھی ان کی قائدانہ صلاحیت پر بھی کوئی سوال نہیں ہے۔

اللہ دولت دے کر اور لے کر بھی اپنے بندوں کو آزماتا ہے

قیصر محمود عراقی، کولکاتا

آج ہر طرف حصول زر کیلئے دوڑ لگی ہوئی ہے، اس دنیا میں بسنے والا ہر انسان راتوں رات دولت مند اور خوشحالی کا خواہش مند ہے، اس نے اپنا یہ مقصد حیات بنالیا ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے زیادہ دولت کمالے، اتنا مال ودولت جمع کرلے کہ زندگی بھر اس کیلئے کافی ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنے گھر والوں کی گود میں دنیا بھر کے خزانے لاکر ڈال دے اور ان کی ہر خواہش پوری کردے۔ یہ صحیح ہے کہ اپنی بیوی، بچوں، ماں باپ اور چھوٹے بہن بھائیوں کے لئے روزی کمانا اور ان کیلئے خوشیوں کے حصول کی جدوجہد کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ اگر یہ ساری جد وجہد اور کوشش (ایک حد تک جو ہمیں اسلام نے بتائی ہے) ہو تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر انسان دولت حاصل کرنے میں ہر حد سے گزر جائے اور اپنی زندگی کو اس دنیا میں بھی جہنم بنالے اور اخرت میں بھی اپنے لئے ناکامی اور رسوائیاں خرید لے تو یہ نقصان کا سودا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی اولاد اور اس کے مال ودولت کو آزمائش قرار دیا ہے، یعنی یہ دولت اور اولاد ہی تو ہے جس کی کسوٹی پر انسان کو اس دنیا میں پرکھا جائے گا اور اسے اس آزمائش سے گذارا جائے گا۔ یہ دیکھا جائے گا کہ کیا وہ اپنی اولاد کو زیادہ چاہتا ہے یا اپنے رب کی فرمانبرداری اسے زیادہ عزیز ہے؟ انسان کو اللہ رب العزت دولت دے کر بھی آزماتا ہے اور اس سے دولت واپس لے کر بھی اس کا امتحان لیتا ہے۔ پروردگار عالم یہ دیکھتا ہے کہ اگر اس نے انسان کو دولت دی تو جواب میں انسان نے کس حد تک اس کے ساتھ شکر گزاری کا مظاہرہ کیا، پھر رب العالمین یہ بھی دیکھتا ہے کہ اگر اس نے انسان سے اپنی ہی دی ہوئی دولت واپس لی تو اس نے اس پر کتنا صبر کیا اور اپنے مالک کی مرضی ومنشا کو کس حد تک قبول کیا۔

اگر انسان نے جائز طریقے سے دولت حاصل کی اور اسے اس کے حقیقی حقداروں تک پہنچایا تو وہ کامیاب ہوگیا، لیکن اگر انسان نے دولت حاصل کی اور اسے صرف اپنے یا اپنے اہل وعیال کے لئے جمع کر رکھا اور معاشرے کے دوسرے لوگوں یا عزیز واقارب کو ان کا حصہ نہ دیا تو وہ ناکام ہوگیا اور سراسر خسارے میں رہا۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنی خواہشات کے حصول میں دوسروں کے حق مارنے لگتا ہے اور ان کا استعمال کرنے لگتا ہے، اس وقت اس کے سامنے صرف اس کے اپنے بیوی، بچے ہوتے ہیں اور ان کی آسائش ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی یہ خواہش اسے گمراہی کی طرف لے جاتی ہے جس کا نتیجہ حشر میں رسوائی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ معلوم ہوا کہ جب انسان حصول زر میں جائز وناجائز کی تمیز کھودیتا ہے تو پھر نہ صرف جہنم اس کا اپنا مقدر بنے گی، بلکہ اس کے اہل و عیال بھی اس آگ میں جلیں گے۔ اس وقت وہ لوگ جن کی خاطر دولت اور آسائشات حاصل کرنے کیلئے اس نے راہِ حق کو چھوڑا تھا وہ لوگ بھی اس سے منہ موڑ لیں گے اور اسی کو قصور ٹھہرائیں گے۔ اسی لئے اللہ کے بتائے ہوئے راستے یعنی صراط مستقیم پر چلنے والوں کیلئے کامیابی اور خوشخبری ہے اور اس راہ کو چھوڑنے والوں کیلئے ناکامی اور رسوائی ہے۔ سچا مومن وہی ہے جو اس امتحان سے بہ خیر وخوبی گزر جائے اور اس راہ پر چلتے ہوئے ذرا بھی نہ ڈگمگائے، وہ دولت ضرور حاصل کرے، لیکن اس ضمن میں اللہ کے احکامات، اسلامی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو پیش نظر رکھے۔ اگر انسان نے اس طریقے سے اپنے فرائض ادا کئے تو اللہ کے پاس اجر دینے کو بہت کچھ ہے۔ اللہ اپنے بندے کی فرمانبرداری کے بدلے میں انعامات کی برسات بھی کرسکتا ہے، کیونکہ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے، جب انسان اس دنیا سے رخصت ہوکر سفر آخرت اختیار کرتا ہے تو اس کا سب کچھ یہیں رہ جاتا ہے۔ تمام مال، دولت، جائیداد سب اس سے چھن جاتی ہے اور خالی ہاتھ ہی دنیا سے چلا جاتا ہے۔ لیکن اچھا انسان دنیا میں ایسا بہت کچھ چھوڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے دنیا یاد رکھتی ہے۔ حالانکہ مرنے والے کا اس دنیا سے رابطہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے اسے دنیا سے جانے کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے۔ اگر وہ کوئی ایسا کام کر گیا ہو جس سے خلق خدا اس کے مرنے کے بعد بھی مستفید ہورہی ہے، جیسے اس نے کوئی کنواں کھدوادیا ہو، جہاں سے لوگ پانی حاصل کرتے ہوں۔ اس نے کوئی درخت یا باغ لگایا ہو جہاں سے لوگوں کو پھل ملتا ہو یا وہ اس کے سائے میں آرام کرتے ہوں، اس نے کئی اسپتال بنایا ہوں یا کوئی بھی ایسا کام جس سے خلق خدا مستفید ہوتی ہو، یہ سب صدقہ جاریہ کی شکلیں ہیں جن کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے۔

اسی طرح اگر اس نے کوئی علم پھیلایا ہو یا بہت سے لوگوں کو اپنے علم سے فیض یاب کیا ہو یہ بھی اس کیلئے کامیابی کا سبب ہے۔ اسی طرح نیک اولاد بھی ہوتی ہے۔ نیک اولاد اپنے ماں باپ کے بتائے ہوئے نیکی کے راستوں پر چلتی ہے اور اس طرح وہ بھی اپنے مرحوم باپ کیلئے سرخ روئی کا سبب بنتی ہے۔ انسان اپنے اہل وعیال کی ناجائز فرمائشیں پوری کرکے نیت میں جائز وناجائز کی تمیز ہی کھو بیٹھے اور اپنے لئے آخرت کی رسوائی خرید لے۔

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

دنیا کو ڈوبنے سے بچانے کیلئے موسمیاتی تبدیلیوں سے متعلق قوانین پر عمل ضروری: WHO

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوٹیرس نے سیلاب زدہ پاکستان کا دورہ کرنے کے بعد عالمی رہنماؤں سے موسمیاتی تبدیلیوں سے متعلق قوانین پر عمل کرنے اور درجہ حرارت کو کم کرنے کی فوری اپیل کی تا کہ دنیا کو ڈوبنے سے بچایا جائے۔ سیکرٹری جنرل انتونیو گوٹیرس نے ایک نیوز کانفرنس میں کہا کہ میں ابھی پاکستان سے واپس آیا ہوں، جہاں سے میں نے مستقبل کی طرف دیکھا تو مجھے لگا کہ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے افراتفری کا ماحول برپا ہوسکتا ہے۔ گٹیرس نے اپنے دورے کے موقع پر کہا کہ انہوں نے آب وہوا کا قتل عام اتنے پیمانے پر کبھی نہیں دیکھا، انہوں نے اس تباہی کا ذمہ دار امیر ممالک کو ٹھہرایا۔ انھوں نے کہا کہ یہاں جمع ہونے والے عالمی رہنماؤں کے لیے میرا پیغام واضح ہے کہ اب درجہ حرارت کو کم کریں۔ (نیوز۔۱۸)

آذر بائیجان سے جھڑپوں میں ایک سو پینتیس آرمینیائی فوجی ہلاک

آرمینیا کے وزیر اعظم نکول پیشیان کا کہنا ہے کہ رواں ہفتے آذر بائیجان کے ساتھ ہونے والی جھڑپوں میں 135 آرمینیائی فوجی ہلاک ہوگئے ہیں۔ انٹرفیکس نیوز نے آرمینیائی پارلیمان کے اجلاس کے حوالے سے بتایا کہ پیشیان نے بدھ کو کہا تھا کہ ان کے 105 فوجی ہلاک ہوئے ہیں اور اس تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ آرمینیا اور آذر بائیجان دونوں اس ہفتے شروع ہونے والی لڑائی کے لیے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ دونوں حریف پڑوسی ممالک کے درمیان یہ ہلاکت خیز جھڑپیں 2020ء میں چھ ہفتے تک جاری رہنے والی جنگ کے بعد اب تک کی سب سے شدید لڑائی ہے۔ دو سال قبل ہوئی اس جنگ میں ہزاروں کی تعداد میں ہلاکتیں ہوئی تھیں۔ اس سے قبل بدھ کے روز آرمینیا نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ آذر بائیجان کے ساتھ جھڑپوں کا سلسلہ ایک جنگ میں تبدیل ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس خطے میں تازہ جھڑپوں کے بعد روس، امریکہ اور فرانس نے دونوں فریق کو صبر سے کام لینے کی تلقین کی ہے۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

ایران سے 50 ہزار افغان مہاجرین ملک بدر

پناہ گزینوں اور وطن واپسی کی وزارت (ایم او آر آر) نے کہا ہے کہ گزشتہ ماہ 50 ہزار سے زائد افغان مہاجرین کو ایران سے ملک بدر کیا گیا ہے۔ وزارت کے حکام کے مطابق قائم مقام افغان وزیر اور ایرانی سفیر بہادر امینیان نے افغان مہاجرین کی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ ایم او آر آر کے ایک اہلکار باسط انصاری نے بتایا کہ افغانستان سے پناہ گزینوں کے امور کے وزیر اس اجلاس میں موجود تھے، اور اس بات پر زور دیا گیا کہ پڑوسی ممالک، خاص طور پر ایران، افغانستان واپس آنے والے افغانوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں مدد کرے۔

یوکرین میں 440 افراد کی اجتماعی قبر دریافت

یوکرینی حکام کو یوکرین کے دارالحکومت کیئف کے مضافاتی علاقے ازیوم سے ایسی بڑی اجتماعی قبر ملی ہے جس میں 440 افراد کو ایک ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق یوکرین کے حکام نے گزشتہ دنوں دعویٰ کیا تھا کہ روس کے ہزاروں فوجی ازیوم کے علاقے سے نکل گئے ہیں جس کو وہ طویل عرصے تک لاجسٹک مرکز کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ یوکرین حکام کا کہنا تھا کہ اس علاقے سے پسپا ہوکر جانے والے روسی فوجی جاتے ہوئے بھاری مقدار میں اسلحہ اور دوسرا سامان بھی چھوڑ گئے تھے جو قبضے میں لے لیا گیا تھا۔ یوکرین اور اس کے مغربی اتحادی نے بھی روس پر جنگی جرائم کے الزامات لگاتے ہوئے کہا ہے کہ اپریل میں ماریوپول پر ہونے والے حملوں میں ہزاروں کی تعداد میں عام شہریوں کو نشانہ بنایا گیا۔ (نیوز ایکسپریس)

امریکہ نے افغانستان کے منجمد اثاثوں سے افغان فنڈ قائم کیا

امریکہ نے افغانستان کے منجمد ساڑھے تین ارب ڈالر کو منتقل کرنے کے لیے ایک نیا فنڈ قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ تاہم اس پر طالبان کا کنٹرول نہیں ہوگا کیونکہ امریکہ کو طالبان قیادت پر اعتماد نہیں ہے۔ امریکی محکمہ خزانہ اور محکمہ خارجہ کی طرف سے بدھ کے روز جاری ایک مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ افغانستان کی بڑھتی ہوئی مشکلات اور اقتصادی مسائل کے مدنظر ایک نیا فنڈ قائم کیا گیا ہے جو ملک کے منجمد اثاثوں میں سے ساڑھے تین ارب ڈالر خرچ کرے گا۔ اس سے ملک کی گرتی ہوئی معیشت مستحکم کرنے میں مدد ملے گی، یہ فنڈ سوئٹزرلینڈ کے جنیوا میں قائم کیا گیا ہے اور اس پر طالبان کا کنٹرول نہیں ہوگا۔ اس فنڈ کی نگرانی کرنے والے ٹرسٹی بورڈ میں دو افغان ماہرین اقتصادیات، امریکی حکومت کا ایک نمائندہ اور سوئس حکومت کا ایک نمائندہ شامل ہوگا۔ اور فنڈز کو ناجائز سرگرمی کے لیے استعمال ہونے سے روکنے کے لئے مضبوط حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں۔ دوسری جانب طالبان حکومت نے افغانستان کے تمام منجمد اثاثوں کی واپسی کا مطالبہ کیا ہے۔ (قومی آواز)

دنیا بھر میں پانچ کروڑ انسان ''جدید غلامی'' کا شکار، اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کی بارہ ستمبر کو جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق تقریباً پانچ کروڑ افراد جبری مشقت اور جبری شادیوں کا شکار ہیں۔ یہ تحقیق اقوام متحدہ کی دو ایجنسیوں اور ''واک فری فاؤنڈیشن'' کی جانب سے شائع کی گئی۔ اس تحقیق کے مطابق گزشتہ برسوں میں ایسے انسانوں کی تعداد میں بتدریج اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ سال کے آخر تک 28 ملین انسان جدید غلامی کا شکار ہو چکے تھے، تقریباً 22 ملین مردوں اور خواتین کو جبری شادیوں کے بندھن میں باندھا جا چکا تھا۔ اقوام متحدہ کی اس رپورٹ کے مطابق 2016 سے 2021 کے درمیانی عرصے میں جبری مشقت یا زبردستی کی شادیوں کے شکار انسانوں کی تعداد میں 10 ملین کا اضافہ ہوا۔ بین الاقوامی ادارہ محنت (آئی ایل او) کے سربراہ گائی رائڈر نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ یہ بات حیران کن ہے کہ دنیا میں جدید غلامی کی صورتحال میں کوئی بہتری نہیں آرہی۔ (قومی آواز)

تعلیم و روزگار

جے ای ای مینس میں 193 میں 173 طلبہ وطالبات کی شاندار کامیابی کے بعد رحمانی 30 کی JEE-ADVANCED میں نمایاں کامیابی، 57 طلبہ وطالبات کامیاب

انجینئر نگ کے سخت ترین مقابلہ جاتی امتحانات JEE-ADVANCE 2022 میں سابقہ سالوں کی طرح امسال بھی رحمانی 30 کے طلبہ وطالبات نے شاندار اور نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ واضح رہے کہ IIT یعنی انڈین انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی ملک کا سب سے نمایاں اور ممتاز انجینئر نگ کا ادارہ ہے، جس کے لیے پہلے JEE-MAINS کوالیفائی کرنا پڑتا ہے۔ جے ای ای مینس میں بھی رحمانی 30 کے 193 میں سے 173 طلبہ و طالبات نے کامیابی حاصل کر کے خود کو جے ای ایڈوانسڈ کے لیے کوالیفائی کیا تھا۔ جے ای ای مینس میں اب تک رحمانی 30 کی کامیابی کا بہترین تناسب مجموعی طور پر 85 فیصد تھا۔ کووڈ (Covid) اور لاک ڈاؤن کی سخت ترین چیلنج کے باوجود الحمدللہ یہ تناسب 90 فیصد تک پہنچ گیا جو کہ یقیناً ایک تاریخی کامیابی ہے۔

جے ای ای ایڈوانسڈ میں کل 146 طلبہ و طالبات نے شرکت کی، جس میں سے 57 طلبہ وطالبات کوالیفائی ہوئے۔ کامیاب ترین کوالیفیکشن کے علاوہ آل انڈیا رینک (کٹیگری) 260 رہا اور آل انڈیا (جنرل) رینک 2375 رہا۔ تین مرحلوں میں کم وبیش ایک سال کے لاک ڈاؤن کا مقابلہ کرنے کے باوجود محترم جناب ابھیانند جی کی نگرانی میں رحمانی 30 کے طلبہ، اساتذہ اور ذمہ داران نے آن لائن اور آف لائن صبح وشام بے پناہ محنت کی. آج کا یہ ریزلٹ اسی انتھک کاوشوں، محنتوں اور لگن وشوق کا نتیجہ ہے۔ الحمدللہ مستقل کئی سالوں سے رحمانی 30 جے ای ایڈوانس میں 50 سے زیادہ ریزلٹ دیتا آرہا ہے۔ رحمانی تھرٹی کے سرپرست امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی خواہش ہے کہ اس ریزلٹ کو جلد از جلد 100 کے نمبر سے آگے لے جایا جائے۔ اس کے لیے رحمانی 30 کے سی ای او جناب انجینئر فہد رحمانی صاحب نے اعلان کیا ہے کہ ان شاءاللہ جلد ہی نویں اور دسویں جماعت سے ہی رحمانی 30 کی تیاری شروع کرائی جائے گی، تاکہ طلبہ وطالبات اپنی بنیاد کو مضبوط کرسکیں اور وہ طلبہ وطالبات دسویں جماعت کے بعد اپنے شوق کے مطابق شعبہ تعلیم کا انتخاب کر سکیں۔ نویں اور دسویں جماعت کے طلبہ وطالبات کے لیے جلد ہی فارم شائع کیا جائے گا۔

یہ طلبہ وطالبات مذکورہ بالا مقابلہ جاتی امتحان کے ذریعہ CA, NEET, IIT، این آئی ٹی (NIT) اور دیگر آئی این آئی (INI) اداروں میں جا کر طلبہ اعلی درجے کی تعلیم، مناسب تحقیقی سہولیات اور بین الاقوامی تحقیقی مواقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، واضح رہے کہ آئی این آئی اداروں میں تعلیم عملی طور پر مفت یا انتہائی رعایتی فیس پر ہوتی ہے۔ رحمانی پروگرام آف ایکسلنس (رحمانی 30) کے پٹنہ متعدد سینٹرز کے علاوہ جہان آباد (بہار)، حیدرآباد، بنگلور، خلدآباد (مہاراشٹر) جیسے مختلف شہروں میں کام کررہا ہے، جہاں ملک کے متعدد صوبوں کے علاوہ این آر آئی طلبہ وطالبات بھی اعلیٰ مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری میں مشغول ہیں۔ یقیناً آج رحمانی پروگرام آف ایکسلنس (رحمانی 30) ان مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیابی کی ضمانت بن چکا ہے۔

رحمانی 30 کے سرپرست حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے کہا ہے کہ یقیناً یہ کامیابی اللہ کے فضل وکرم سے ہی ممکن ہوسکی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہم سب کا باہمی تعاون نا ہوتو سلسلہ وار سال درسال ایسی تاریخی کامیابی کا حصول ہرگز ممکن نہیں۔ رحمانی 30 کے سی ای او جناب فہد رحمانی صاحب نے اس موقع سے طلبہ وطالبات کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے رحمانی 30 کے تمام مخلصین، معاونین، اساتذہ کرام، ٹیم ممبران اور گارجین حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی علیہ الرحمۃ (بانی رحمانی 30) کے خواب کو آگے لے جانے کا عہد کیا اور سب سے اس کامیاب رحمانی مشن سے جڑنے کی گزارش کی ہے۔

قطر ایئر ویز میں مختلف عہدوں پر بھرتیاں، ہندوستانی نوجوانوں کیلئے بھی ملازمت کے بہترین مواقع

ذرائع کے مطابق قطر ایئر ویز میں مختلف عہدوں پر بھرتیاں جاری ہیں۔ قطر ایئر ویز نے ہندوستانی نوجوانوں کے لیے بھی اس کے دروازے کھولے ہیں۔ وہ مختلف عہدوں کے لیے ہندوستان بھر سے قابل افراد کو منتخب کر کے انھیں ملازمت فراہم کرے گا۔ ایئر لائن نے جمعہ کو کہا کہ 16 ستمبر سے درخواستیں داخل کی جا سکتی ہیں۔ ہندوستانی شہری درکار ڈویژنوں میں مختلف عہدوں کے لیے درخواستیں بھیج سکتے ہیں۔

قطر ایئر ویز کے ذرائع نے بتایا قطر ایئر ویز مختلف ڈویژنوں میں بھرتیوں کے تحت بڑے پیمانے پر عملے کی بھرتیاں کررہا ہے۔ جس میں قطر ایئر ویز، قطر ڈیوٹی فری، قطر ایوی ایشن سروسز، قطر ایئر ویز کیٹرنگ کمپنی، قطر ڈسٹری بیوشن کمپنی کے کئی عہدے شامل ہیں۔

یہ بھرتیاں کھانا پکانے، کسٹمر سروس، انجینئر نگ، فلائٹ آپریشنز، گراؤنڈ سروسز، سیفٹی اینڈ سیکیورٹی، ڈیجیٹل پیمنٹ اور انتظامیہ کے ساتھ ساتھ سیلز جیسے متعدد ڈویژنوں میں کی جائیں گے۔ جس میں صلاحیت مند افراد کو ترجیح دے جائے گی۔

ہندوستان میں بھرتی مہم 16 اور 17 ستمبر 2022 کو دہلی اور 29 اور 30 ستمبر 2022 کو ممبئی میں منعقد ہوگی۔ ایک بیان میں بتایا گیا ہے کہ دلچسپی رکھنے والے درخواست دہندگان قطر ایئر ویز کے کیریئر پیج کے ذریعے آن لائن رولز کے تحت درخواست دینا شروع کر سکتے ہیں۔

قطر ایئر ویز کا آفیشل ویب سائٹ (https://qatarairways.com/recruitmen) ہے۔ ایئر لائن نے مطلع کیا کہ منتخب امیدواروں کو مسابقتی ٹیکس فری آمدنی ملے گی۔ جس میں رہائش اور الاؤنسز شامل ہیں۔

قطر ایئر ویز گروپ کے چیف ایگزیکٹو آفیسر اکبر البکر نے کہا کہ ہم اپنی ٹیم کو تقویت دینے اور مسافروں کے لیے کسٹمر کے تجربے کو مزید مستحکم کرنے کے لیے پر عزم ہیں، جبکہ ہم صحیح لوگوں کی بھرتیوں کے ذریعے اپنی خصوصی صلاحیتوں اور سہولیات میں مزید اضافہ کریں گے۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مساجد ، مکاتب ، مدارس کا تحفظ اور ان کی سلامتی کی فکر کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت: مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی

ضلع سیتامڑھی کے ائمہ مساجد اور مدارس ومساجد کے ذمہ داران کا ایک تربیتی ومشاورتی اجلاس مورخہ 13 ستمبر 2022 کو مدرسہ رحمانیہ مہسول سیتامڑھی میں حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اپنے صدارتی خطاب کے دوران حضرت نائب امیر شریعت نے امارت شرعیہ کے خود کفیل نظام مکاتب کی اہمیت اور موجودہ زمانے میں اس کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ سماج کے ہر شخص خواہ عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بوڑھا، لڑکا ہو یا لڑکی کے دین وایمان کی حفاظت اوران کو بنیادی دینی تعلیم دلانا جس سے ان کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت ہو سکے اور وہ ایک مسلمان بن کر زندگی گزار سکیں بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ ہر آبادی میں بنیادی دینی تعلیم کے مکاتب سماج کے لوگ اپنے خرچ پر قائم کریں۔ انہوں نے کہا کہ آج ہر طرف باطل قوتوں کی یلغار مساجد، مکاتب اور مدارس کے خلاف ہو رہی ہے اور ان کے وجود کو مٹانے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ایسے میں ان سب دینی و مذہبی اداروں کا تحفظ اوران کی سلامتی کی فکر کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے وقت کے اس اہم موضوع پر توجہ دی ہے اوران کی فکر ہے کہ تمام مساجد کے ائمہ اور ذمہ داران امارت شرعیہ سے مربوط ہوں تا کہ ہم ایک دوسرے کے مسائل سے واقف ہوں اور مل جل کر مسائل کا حل تلاش کریں۔ انہوں نے ائمہ مساجد کی مالی مشکلات پر ذمہ داران مساجد کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا کہ ائمہ حضرات مشکل حالات میں قلیل تنخواہوں پر کام کر رہے ہیں، اس لیے ذمہ داران مساجد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی مالی گراں باری کی طرف توجہ کریں اوران کی تنخواہوں میں اضافہ کریں۔

جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے اپنے خطاب میں مساجد کے تحفظ اور سماج میں آپسی بھائی چارگی اور محبت کے فروغ پر زور دیا۔ آپ نے کہا کہ جس طرح ہم سب اپنے گھروں، دکانوں اور زمینوں کے تحفظ کی فکر کرتے ہیں اسی طرح اللہ کے گھر کے تحفظ پر بھی توجہ دینی چاہئے۔ جب بھی سروے کا کام ہو تو مساجد کا بھی ضرور سروے کرائیں اور کاغذ میں واضح طور پر مسجد لکھوائیں، مسجدوں کی طرح مقابر، مدارس، خانقاہوں، مکاتب، امام باڑوں، قبرستانوں اور دیگر مذہبی مقامات کا بھی زمینی سروے کرا کر سرکاری دستاویز میں واضح طور پر مسجد، مکتب، قبرستان، امام باڑہ وغیرہ لکھوایا جائے۔ انہوں نے کہا آپسی بھائی چارے کے فروغ پر توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ سماج میں مختلف مذہب ومسلک کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں، ہر ایک کی ضرورت ایک دوسرے سے وابستہ ہے، اگر ہم ایک دوسرے سے کٹ کر اور نفرت کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو ہماری سماجی زندگی مشکل ہو جائے گی، اس لیے سماج میں محبت قائم کریں، اگر کوئی جھگڑا وغیرہ کبھی ہو جائے تو اشتعال میں نہ آئیں بلکہ سمجھدار لوگ بیٹھ کر تنازع کو ختم کریں اور کوشش کریں کہ نفرت اور اشتعال نہ پھیلنے پائے۔ انہوں نے کہا آج مدارس اسلامیہ شر پسندوں کی نگاہ میں کھٹک رہے ہیں، اس لیے ان کا تحفظ بہت ضروری ہے، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی قیادت میں مدارس کے تحفظ کے لیے امارت شرعیہ جو کوششیں کر سکتی ہے ضرور کرے گی۔

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے دار القضاء امارت شرعیہ کی اہمیت وضرورت پر توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ دار القضاء کے قیام کا مقصد معاشرہ میں انصاف کو عام کرنا اور انصاف کی راہ کو آسان بنانا ہے۔ انصاف جس قدر عام ہوگا، معاشرہ میں اسی قدر امن وسکون قائم ہو سکے گا، اس وقت مختلف جہتوں سے شریعت اسلامی کو داغدار کرنے اور نئی نسل کے ذہن ودماغ کو اپنے دین وشریعت سے بیزار کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ایسے حالات میں ہمیں نئے جذبۂ ایمانی کے ساتھ اپنے دین وشریعت پر عمل کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ اور اپنے تنازعات کے حل کے لیے صرف دارا لقضاء سے ہی رجوع کرنا چاہئے۔ ان حضرات کے علاوہ مولانا عبد المنان قاسمی مہتمم مدرسہ اشرفیہ راجوپٹی نے اصلاح معاشرہ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب کے لیے لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اتباع کریں اور اپنے آپ کو شریعت کا پابند بنائیں، آج ہم سب جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو دین اور شریعت سے دور کر دیا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کامیابی وکامرانی اپنے دین اور شریعت کی اتباع میں مضمر رکھی ہے۔ مولانا اظہار صاحب رکن شوریٰ ومجلس عاملہ امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کے قیام کے پس منظر اور امارت شرعیہ کے مقاصد واغراض پر روشنی ڈالی اور بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی فکر اوران کی دور اندیشی کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ مولانا محمد عمران قاسمی قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ بالا ساتھ سیتامڑھی نے استقبالیہ کلمات پیش کیے اور تمام آنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس اجلاس کی نظامت مولانا نصیر الدین مظاہری نے کی انہوں نے اپنی ابتدائی گفتگو میں ائمہ کرام کے مسائل اوران کی مالی مشکلات پر توجہ دلائی، انہوں نے امارت شرعیہ کے شعبہ امور مساجد کا تعارف کراتے ہوئے اس کے اغراض ومقاصد پر بھی روشنی ڈالی۔ اس اجلاس کو کامیاب بنانے والوں میں ڈاکٹر ساجد علی خان رکن شوریٰ امارت شرعیہ، مولانا مشتاق صاحب نائب صدر تنظیم، جناب ظفر صاحب سکریٹری مدرسہ رحمانیہ مہسول، اور مدرسہ کے جملہ اساتذہ کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اجلاس میں ضلع سیتامڑھی کے سیکڑوں علماء کرام وائمہ مساجد شریک ہوئے۔ آخر میں حضرت نائب امیر شریعت کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر صاحب طرز انشاء پرداز اور نامور ادیب تھے: حضرت امیر شریعت

دار العلوم وقف دیوبند کے ممتاز وکامیاب معلم ومدرس، صاحب طرز انشاء پرداز، نامور ادیب، صحافی اور کالم نویس، خانوادۂ انور شاہ کشمیری کے روشن چشم وچراغ مولانا نسیم اختر شاہ قیصر بن مولانا ازہر شاہ قیصر بن حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اچانک وصال پر امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے اپنے دلی غم ودکھ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ مولانا نسیم اختر شاہ قیصر ایک باعمل عالم دین اور کہنہ مشق ادیب وصحافی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے پڑھنے کا صاف ستھرا ذوق عطا کیا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں خانوادۂ انوری کے سچے جانشیں تھے ۔ مولانا اوران کے خاندان کا خانقاہ رحمانی مونگیر سے گہرا تعلق تھا، دادا جان حضرت مولانا منت اللہ رحمانی اور والد محترم حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ ان کے انتقال سے ایک بڑا علمی خلا پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مولانا کے انتقال پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ایک تعزیتی نشست نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت نائب امیر شریعت نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا عالی نسب اور عالی مرتبت شخصیت کے حامل عالم دین تھے، اخلاق کریمانہ، تواضع وانکساری، مہمان نوازی اور وضع داری ان کی فطرت میں داخل تھی۔ ان کا دستر خوان بھی بہت وسیع تھا، دار العلوم وقف میں ایک کامیاب مدرس، بے مثال مربی کی حیثیت سے عرصے تک خدمت انجام دی اور اپنے حسن اخلاق کے گہرے نقوش اساتذہ وطلبہ پر چھوڑ کر گئے۔ مولانا زود نویس تھے اور بسیار نویس بھی، خوب لکھتے اور ڈوب کر لکھتے، آپ کی تحریریں بہت شگفتہ اور سلیس تھیں، ان کے مضامین ملک کے معیاری رسائل اور جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں، وہ ایک زمانے میں ندائے دار العلوم میں کثرت سے لکھا کرتے تھے۔ ان کے قلم اور تحریر میں بلا کی تاثیر تھی۔ مولانا سے میرا گہرا تعلق تھا، بلا شبہ ان کے انتقال سے ہم مخلص اور شفیق عالم دین اور کرم فرما سے محروم ہو گئے ہیں۔

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے فرمایا کہ مولانا کا تعلق ایک عظیم خانوادے سے تھا، خدمت علم حدیث کے حوالہ سے پوری ملت اس خانوادے کی ممنون ہے۔ مولانا باصلاحیت عالم دین اور نامور ادیب وصحافی تھے، ان کی تصنیفات آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ وہ اپنے خاندانی وجاہت وشرافت کو ہمیشہ خوبصورتی کے ساتھ نبھاتے رہے، اپنے دادا اور والدم بزرگوار کے علمی ورثے کے امین تھے اور اسے پوری قوت کے ساتھ عام کرتے رہے۔ ان کے وصال سے علمی اور ادبی دنیا میں بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ مولانا مرحوم سے دار العلوم کی طالب علمی کے زمانے میں شناسائی ہوئی، اس زمانے میں بھی وہ ممتاز طلبہ میں شمار ہوتے تھے، مولانا نے خطابت کے میدان میں بھی بڑی شہرت و ناموری حاصل کی، وہ نہایت ہی رقت انگیز اور پرسوز انداز میں خطاب فرماتے اور لوگوں کے دلوں میں اتر جاتے تھے، تقریر کی طرح تحریر کے بھی شہنشاہ تھے، مولانا کے انداز تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کی زبان بہت ہی صاف اور شگفتہ ہوتی، بہت عمدہ لکھتے، طبیعت میں ظرافت تھی، یہ طبعی ظرافت ان کی تحریر میں بھی اتر جاتی اور تحریر کو زعفران زار بنا جاتی، خاکہ نگاری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، اس موضوع پر ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آئیں جو ادب وصحافت کا اعلیٰ معیار رکھتی ہیں۔ مفتی صاحب نے مولانا مرحوم کے حالات زندگی پر بھی مختصر روشنی ڈالی اور کہا کہ 1960 میں ان کی ولادت ہوئی، 1981 میں تعلیم سے فراغت پائی، پھر وہ تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف سے وابستہ ہو گئے اور زندگی بھر اسی کے ہو کر رہے۔ اس نشست میں مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صدر مفتی امارت شرعیہ، مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم، مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم، مولانا رضوان احمد ندوی معاون مدیر نقیب، مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم، مولانا محمد ارشد رحمانی آفس سکریٹری، مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی امارت شرعیہ، مولانا مفتی احتکام الحق قاسمی، مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز احمد سابق چیئرمین بہار اسٹیٹ مدرسہ بورڈ، مولانا بدر انیس قاسمی، مولانا نصیر الدین مظاہری، مولانا مطیع الرحمٰن شمشی، مولانا عبد اللہ جاوید صاحب، مولانا صابر حسین قاسمی، مولانا محمد عادل فریدی، مولانا راشد العزیزی ندوی، مولانا اسعد اللہ ندوی، مولانا منہاج عالم ندوی، مولانا محبوب عالم رحمانی مبلغ امارت شرعیہ وغیرہ کے علاوہ دیگر ذمہ داران وکارکنان امارت شرعیہ شریک تھے۔ نشست کا آغاز مولانا اسعد اللہ قاسمی کی تلاوت سے ہوا اور آخر میں حضرت نائب امیر شریعت نے مولانا مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرائی۔

دار العلوم الاسلامیہ گون پورہ میں شاہ راہ ولی رحمانیؒ کا افتتاح

امارت شرعیہ کے تحت چلنے والے بہار کے مشہور تعلیمی ادارہ دار العلوم الاسلامیہ گون پورا رضا نگر، پھلواری شریف، پٹنہ کو گون پورہ مین روڈ سے جوڑنے والی سڑک ''شاہ راہ ولی رحمانیؒ'' کے افتتاح کے موقع پر منعقد ایک تقریب میں نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب اور دار العلوم الاسلامیہ کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کے علاوہ دار العلوم الاسلامیہ کے تمام اساتذہ وطلبہ کے علاوہ گون پورہ پنچایت کے مکھیا جناب سدھیر کمار عرف پرمود صاحب نے رکن قانون ساز کاؤنسل بہار جناب ڈاکٹر خالد انور صاحب کا دار العلوم الاسلامیہ کی ایک بڑی ضرورت کی تکمیل پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

خیال رہے کہ یہ پی سی سی سڑک مکھیہ منتری وکاس یوجنا کے تحت ایم ایل سی جناب خالد انور صاحب کے خصوصی ایم ایل سی فنڈ سے بنی ہے۔ سڑک کے افتتاح کے موقع پر دار العلوم الاسلامیہ میں ایک مختصر دعائیہ نشست بھی ہوئی جس میں مذکورہ حضرات کے علاوہ جناب دانش صاحب، مولانا محمد عادل فریدی صاحب، دار العلوم الاسلامیہ کے شیخ الحدیث مولانا منت اللہ قاسمی، استاذ حدیث مولانا مفتی شکیل احمد قاسمی، مولانا نیر الاسلام قاسمی، مولانا مفتی ازہد قاسمی، مولانا افضال قاسمی صاحب، مولانا طارق قاسمی، مولانا آفتاب قاسمی کے علاوہ تمام اساتذہ وطلبہ شریک ہوئے۔ اس نشست میں حضرت نائب امیر شریعت صاحب، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب وسکریٹری دار العلوم الاسلامیہ مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے اپنے خصوصی فنڈ سے سڑک کی تعمیر پر ایم ایل سی صاحب کو دعاؤں سے نوازا اوران سے گزارش کی کہ وہ دار العلوم الاسلامیہ تشریف لاتے رہا کریں۔ دار العلوم الاسلامیہ میں امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحبؒ کے نام پر ایک عالیشان لائبریری کے قیام کی طرف بھی ایم ایل سی صاحب کی توجہ دلائی گئی جس پر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ لائبریری کے قیام کے لیے اپنا بھرپور تعاون پیش کریں گے۔

جناب ڈاکٹر خالد انور صاحب نے اس موقع پر کہا کہ میری بدقسمتی ہے کہ میں اس ادارہ میں اب تک نہیں آ سکا تھا، آج یہاں آ کر اور یہاں کے طلبہ واساتذہ کو دیکھ اور یہاں کے تعلیمی نظام کو دیکھ کر بہت ہی مسرت ہوئی۔ انہوں نے طلبہ کو قیمتی نصیحتیں بھی کیں۔ دار العلوم الاسلامیہ کا معاینہ کرتے ہوئے انہوں نے وہاں کی رہائشی ضرورتوں کو محسوس کیا خاص طور پر دار الاقامہ کی کمی شدت سے محسوس کی اور وعدہ کیا کہ وہ رہائشی ضرورت کی تکمیل کے لیے جو بھی ممکن تعاون ہوگا ضرور کریں گے۔

اسلامی تہذیب کی خصوصیات اور مسلمانوں کی موجودہ ضرورت

مولانا اسرارالحق قاسمیؒ

موجودہ مغربی تہذیب کوئی نوعمر تہذیب نہیں ہے۔ دراصل اس کی جڑیں ہزاروں سال پرانی یونانی اور رومی تہذیبوں سے پیوستہ ہیں۔ یونانی تہذیب مغربی ذہنیت کا سب سے پہلا اور واضح نمونہ تھی۔ یہ پہلا تمدن تھا جو خالص حسی فلسفۂ حیات کی بنیاد پر قائم ہوا اور یونانی قوم ایک مخصوص نظریۂ تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے دنیا پر چھا گئی۔ اس تہذیب کا اصل الاصول انسان کی تمام قوتوں کا ہم آہنگ نشو ونما اور سب سے بڑا معیار خوبصورت اور سڈول جسم سمجھا جاتا ہے۔ جسمانی تربیت، ورزشی کھیلوں، اور رقص وغیرہ کو اس میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس میں زیادہ زور محسوسات پر ہے۔ اس میں نہ روحانیت کا مغز ہے، نہ باطنیت کا، نہ پیشوایان دین کا طبقہ ہے، نہ علم دین کا، یونانیوں کے جانشین رومی ہوئے اور قوت، مملکت کی تنظیم، سلطنت کی وسعت اور عسکری صفات میں ان پر فوقیت لے گئے۔ لیکن علم وادب، تہذیب وشائستگی میں وہ یونانیوں کے درجہ کے کمال تک نہ پہنچ سکے۔ اس وجہ سے ان کے ذہنوں پر یونانیوں کی گرفت ہمیشہ مضبوط رہی اور رومی، یونانی تہذیب سے مغلوب رہے۔ پھر ایک عرصے کے بعد رومی تہذیب بھی خاتمے کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد بھی مختلف تہذیبیں اس دنیا میں نمودار ہوتی رہیں اور ان میں سب کی کچھ نہ کچھ خصوصیات تھیں۔ تہذیبوں کا اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ تاریخ کے آغاز سے ہی یہ عروج وزوال کلدانی، اشوری، ہندی، ایرانی، رومی اور اسلامی تہذیبوں کا جزو لازم رہا ہے۔ اس کے نقطۂ عروج سے ہی اسلام نے قدیم اور جدید تہذیبوں کے مابین رابطے کا کام کیا ہے۔ آج مغربی تہذیب کا دور ہے۔ یہ تہذیب چار سو برسوں سے زیادہ پر محیط ہے، اس دور میں سائنس، سیاست اور سماجی حالات میں کافی ترقی ہوئی ہے مگر آج مغرب سخت بحران سے دوچار ہے، اپنے افکار وخیالات اور زندگی کے تمام شعبوں میں اس پر بحرانی کیفیت طاری ہے۔ وہ لوگ جو مغرب کی تہذیبی تاریخ، ان کے فلسفہ، سائنس اور نئے خیالات سے واقف ہیں وہ کم وبیش ان کے بحرانی نشانات کو دیکھ سکتے ہیں۔ ایک تہذیب کے لئے چار صدی طویل زمانہ ہوتا ہے، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ ماضی میں کچھ تہذیبیں اس سے بھی زیادہ زمانہ پر محیط رہی ہوں، لیکن سائنس، ٹیکنالوجی اور الیکٹرانک مواصلات میں جس سرعت کے ساتھ اس دور میں پیش رفت ہو رہی ہے، اس سے قبل کسی تہذیب میں نہیں ہوسکی ہے۔ البتہ چوں کہ مغرب کے معاشرہ پر تاریخی یا نظریاتی اعتبار سے یونان کی شہری ریاست اور بعد ازاں رومن سیاسی نظام کی چھاپ ہے، اس لئے ان دونوں تہذیبوں کی خامیاں اس ایک تہذیب کے اندر پائی جاتی ہیں، سماجی معاملات سے لے کر سیاسی امور تک میں مغرب اور مغربی تہذیب نے پوری دنیا کو اگرچہ اپنے زیر اثر لے رکھا ہے، مگر افسوس کی بات ہے کہ اس کے اندر کوئی ایسی حقیقی کشش اور کامرانی کی ضمانت نہیں ہے کہ اس کے بارے میں اطمینان کے ساتھ یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ انسانیت کے لئے دوررس نفع کی حامل ہے۔

اس کے برخلاف اسلامی معاشرے کا باقاعدہ تاریخی ونظریاتی آغاز شہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے۔ یثرب کا نام بدل کر مدینۃ الرسول رکھنا صرف نام کی تبدیلی نہیں تھی، نہ ہی جاہلیت کے دور سے ایام اللہ میں داخل ہونے میں کوئی منصب بدلنا تھا، بلکہ اوائلِ اسلام میں مدینۃ الرسول اور ایام اللہ کے رونما ہونے کے بعد اسلام کے اخلاقی جغرافیہ اور تاریخ نے نئے نقطۂ نظر، کردار اور تہذیب کو جنم دیا۔ یہ تہذیب اپنے منفرد اور خاص نقطۂ نظر کے ساتھ، انسان کا وجود اور اس کی ابتدا کے بارے میں صدیوں سے ان کے اجتماعی حافظہ اور روح کی گہرائیوں میں بسی ہوئی ہے۔ مدینۃ الرسول ہمارے لئے ایک ابدی اخلاقی گھر ہے اور ایام اللہ ہماری پوری عملی زندگی میں ایک برق کی مانند دوڑتے رہتے ہیں۔ نظریاتی اعتبار سے مسلمانوں کو وحی کے ذریعہ یہ بتایا گیا کہ اسلام صرف دوسری عالمی تہذیبوں کی مانند ایک تہذیب نہیں، بلکہ وہ ایک کامل ومکمل دین ہے۔ اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں۔ تجارت ہو یا زراعت، سیاست ہو یا ملازمت، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، معاشیات ہوں یا معاشرت، تہذیب ہو یا تمدن ہر ایک کے متعلق اسلام میں واضح رہنمائی موجود ہے۔ دنیا کا کوئی اور مذہب یا تہذیب اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔ اس کی شان یہ ہے کہ یہ تمام انسانوں کے لئے ہے خواہ وہ کسی نسل کا ہو، کسی قوم کا ہو، کسی رنگ کا ہو، جو بھی زبان بولتا ہو اس کے لئے اسلام میں رہنمائی وہدایت موجود ہے۔ اسلام نے نسل، قوم، زبان اور رنگ کے تمام بتوں کو پاش پاش کیا اور برتری کا مدار تقویٰ پر رکھا۔ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے اسلام کا یہ نظامِ حیات قیامت تک کے لئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک کتنی صدیاں بیت جائیں، خواہ کتنے ہی انقلابات آئیں، یہ دین ہر زمانے کے لئے ہے، ہر صدی کے لئے ہے اور تمام حالات کے لئے ہے۔

عالم انسانیت کے لئے اسلامی تہذیب کے گیارہ اہم بنیادی عطیات ہیں جو اس طرح ہیں: ۱۔ صاف اور واضح عقیدۂ توحید ۲۔ انسانی وحدت ومساوات کا تصور ۳۔ انسانیت کے شرف اور انسان کی عزت وبلندی کا اعلان ۴۔ عورت کے حقوق کی بازیابی ۵۔ ناامیدی اور بدفالی کی تردید، حوصلہ مندی اور اعتماد کی آفرینش۔ ٦۔ دین ودنیا کا اجتماع، حریف وبرسر جنگ انسانی طبقات کے درمیان مصالحت پر زور۔ ۷۔ دین اور علم کے درمیان مقدس دائمی رشتے کا قیام واستحکام۔ ۸۔ علم کی تکریم وتعظیم اور اسے مفید، بامقصد اور خدارسی کا ذریعہ بنانے کی سعیِ محمود۔ ۹۔ دینی معاملات میں بھی عقل سے کام لینے، فائدہ اٹھانے اور انفس وآفاق میں غور وفکر کی ترغیب۔ ۱۰۔ امت کو دنیا کی نگرانی ورہنمائی، انفرادی واجتماعی اخلاق ورجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کے قیام اور شہادتِ حق کی ذمے داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔ ۱۱۔ عالمگیر اقتصادی وتہذیبی وحدت کا قیام۔ ان میں سے ہر عنوان بڑا وسیع اور طویل الذکر ہے۔ اگر بعثت محمدی سے پہلے کے جاہلی زمانوں اور تہذیبوں اور ظہورِ اسلام کے عہد وتہذیب اور معاشرہ کے درمیان حقیقت پسندانہ موازنہ کرکے دیکھا جائے تو ان میں سے ہر ایک کی اہمیت وحقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوکر سامنے آجائے گی۔

اسلامی معاشرہ نہ دوسروں پر تسلط حاصل کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے غلبہ کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ دوسری اقوام کے خود فیصلہ کرنے اور ضروری وسائل تک ان کی رسائی کے حق کو ایک باعزت زندگی کے لئے تسلیم کرتا ہے۔ وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق موجودہ تمام تکنیکی ترقی کے ضروری ذرائع ووسائل کے حصول کو اپنا حق مانتا ہے اور دوسروں کے غلبہ اور ماتحتی کی تردید کرتا ہے۔ اسلامی معاشرہ قوموں کے تعلقات میں طاقت کے استعمال، منافقت اور دوہرے رویہ کی تردید کرتا ہے اور اس کے بدلے میں بین الاقوامی تعلقات میں باہمی عزت واحترام کے اصول اور منطق کو اپناتا ہے۔ اسلام مسلمانوں سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وہ یکسر دنیا سے لاتعلق ہوجائے اور نہ یہ کہ مسجد میں جا بیٹھے اور پھر وہاں سے نہ نکلے، نہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان غار میں جا کر پناہ گزیں ہوجائے اور پوری زندگی وہیں گزار دے، ہرگز نہیں۔ بلکہ مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی بہترین تہذیب اور بے مثال تمدن کو پوری طرح اپنائیں تاکہ مہذب اقوامِ عالم پر سبقت لے جائیں، مال ودولت کے اعتبار سے دنیا میں سب سے زیادہ دولت مند ہوں اور علم وحکمت کے لحاظ سے تمام علوم کے سب سے بڑے عالم ہوں۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہمارے تشخص کا ماضی کے ساتھ گہرا ربط ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے ماضی کی طرف لوٹ جائیں۔ خدا کا پیغام وحی کے ذریعے ہم پر ماضی ہی میں بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہ کسی ایک زمانے کے لئے نہیں تھا۔ ہمیں اپنے ماضی کا حوالہ دینا چاہئے، کیوں کہ ہمارا تشخص ماضی میں ہے، لیکن ہمیں ماضی میں ہی نہیں رہنا چاہئے، وہ تو مراجعت ہوجائے گی۔ ماضی کی جانب ہم اس لئے دیکھیں کہ ہمیں آگے مستقبل کی طرف چھلانگ لگانے کے لئے تختہ فراہم ہوجائے، مستقبل کی طرف آگے بڑھتے ہوئے ہم آج کی دنیا کو پورے طور پر سمجھیں اور انسانی تمدن اور افکار کی مثبت کامیابیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، وہ خواہ کہیں بھی ہوں، صرف اس طریقۂ کار سے ہی ہم اپنے ماضی کی عظمت اور شان کو دوبارہ زندہ کرسکتے ہیں۔ اپنے حال اور مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کا ڈول ایسا ڈالا جائے جس میں روحانی صفات اور الہام ہو لیکن اس کے ساتھ انسانی تعقل پسندی اور انسانی حقوق کا پورا احترام کیا جاتا ہو۔ آج کی رائج مغربی تہذیب اپنی بے پناہ ترقیوں کے باوجود انسانوں کی قلبی وذہنی آسودگی اور روحانی تسکین کے باب میں جو کہ اس کی اصل اور بنیادی ضرورت ہے، پوری طرح ناکام ہوچکی ہے، اسلام ہی ایک ایسا دین اور اسلامی تہذیب ہی واحد ایسی تہذیب ہے جو انسانوں کی ہر قسم کی ترقیات کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ان کی دلی، ذہنی وروحانی تسکین وکامرانی کا سامان کرسکتا ہے، اس کے لئے پہلے خود مسلمانوں کو اپنی تہذیب اور دین سے مکمل طور پر جڑنا ہوگا، اگر مسلمان خود ہی اسلامی تہذیب سے دور رہیں تو پھر دوسری قوموں کو اسلام کے دامن میں پناہ گزیں ہونے کی دعوت کون دے گا؟۔ (بشکریہ: ساحل آن لائن)

موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے غذائی قلت کے شکار افراد کی تعداد دوگنی

دنیا بھر میں ہونے والی موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث ترقی پذیر ممالک غذائی قلت سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ کلائیمٹ چینج میں ان کا عمل دخل سب سے کم ہے لیکن ان ممالک میں عوام کو شدید قحط سالی کا سامنا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث دنیا میں خوارک کا بحران شدت اختیار کر رہا ہے۔ غیر سرکاری برطانوی تنظیم آکسفیم کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث شدید بھوک کا سامنا کرنے والے افراد کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔

اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ افغانستان، برکینا فاسو، جبوتی، گوئٹے مالا، ہیٹی، کینیا، مڈغاسکر، نائجر، صومالیہ اور زمبابوے میں گزشتہ چھ سالوں کے دوران غذائی بحران کے تناسب میں 123 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ یہ وہ دس ممالک ہیں، جن کی جانب سے کلائیمٹ چینج کے باعث اقوام متحدہ کو سب سے زیادہ امداد کی اپیلیں موصول ہوئی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ان ممالک میں 48 ملین افراد شدید غذائی قلت کا شکار ہیں، 2018ء میں یہ تعداد 21 ملین تھی۔ آکسفیم کی بین الاقوامی سربراہ گیبریلا بوچر نے کہا کہ موسمیاتی تبدیلی ایک بم کی مانند ہے اور یہ ہماری آنکھوں کے سامنے تباہی پھیلا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موسیماتی تبدیلیاں شدید موسم جیسے خشک سالی، طوفان اور سیلاب کا باعث بن رہی ہے۔ ایسے واقعات پچھلے 50 سالوں میں پانچ گنا بڑھ چکے ہیں اور اب یہ زیادہ جان لیوا ثابت ہو رہے ہیں۔ آکسفیم کے مطابق موسمیاتی تبدیلیوں کے سبب پیدا ہونے والی یہ صورتحال عالمی عدم مساوات کا نمونہ ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق سب سے کم آلودگی والے ممالک خشک سالی، سیلاب اور دیگر شدید موسمیاتی واقعات سے سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ بوچر نے کہا کہ مغربی ممالک متاثرہ ممالک میں وسائل کی بحالی کے لیے ان کے قرض معاف کرسکتے ہیں اور ہمیں عالمی سطح پر موسمیاتی تبدیلوں سے پیدا ہونے والی مشکلات سے نمٹنے کے لیے ان ممالک کو ادائیگیوں میں بھی مدد کرنی چاہیے۔ بوچر نے کہا، ”کم آمدنی والے ممالک میں بہتری کے لیے اقدامات اور وہاں ہونے والے نقصان کے لیے ادائیگی کرنی ہوگی۔ ساتھ ہی ساتھ سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ممالک کی جانب سے اقوام متحدہ میں کی جانے والی اپیل کو پورا کرنے کے لیے فوری طور پر فنڈز مہیا کرنے کو یقینی بنانا ہوگا۔“ رواں سال اقوام متحدہ کی جانب سے انسانی ہمدردی کے تحت کی جانے والی امدادی اپیل 49 بلین ڈالر ہے۔ آکسفیم کی رپورٹ کے مطابق اگر گزشتہ پچاس سالوں میں فوسل فیول بنانے والی کمپنیوں کے یومیہ اوسط منافع کو مدنظر رکھا جائے تو یہ ان کے اٹھارہ دنوں کے منافع سے بھی کم ہے۔

موجودہ معاشرہ اور مسلم والدین کی ذمہ داریاں

حمیرہ اختر، ہاپوڑ

قرآن شریف کی پہلی وحی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حراء میں نازل ہوئی! وہ پہلی سورۃ سوۂ علق ہے! سورۂ علق کی پانچ آیتوں کا ترجمہ ہے ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا! پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا رحیم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل پہلی وحی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں علم کی کتنی زیادہ اہمیت ہے! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری پہلی وحی کی ابتداء لفظ اقرأ (پڑھو) سے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی امت صرف علم سیکھے گی ہی نہیں بلکہ وہ علم کو دنیا میں پھیلانے والی ہوگی! آگے اسی سورۃ میں ہے کہ ''پڑھو اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا'' مطلب علم کا رشتہ پروردگار سے ہے اور یہ رشتہ ہرگز نہیں ٹوٹنا چاہیے! یہ بات اس وقت کہی گئی جو سب سے بڑا جہالت کا دور تھا! جب علم کا رشتہ مالک سے ٹوٹ گیا تھا! تب اُس مالک نے اِس ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنے کے لئے اپنے نبی کے ذریعہ دنیا تک یہ بات پہنچائی جس میں ''مالک، قلم، علم'' اور بندہ کا انوکھا میل جول ہے! ایسا جوڑ جو دنیا کی کسی اور قوم میں دیکھنے کو نہیں ملتا! یہی تو اپنے آپ میں اسلام کی سب سے بڑی سچائی ہے! کیا اس جہالت کے دور میں کوئی سوچ سکتا تھا کہ جو پہلی وحی نازل ہوگی وہ لفظ اقرأ سے ہوگی۔

علم کا راستہ بہت مشکل ہے، اس لئے خدا کا نام لے کر ہی علم حاصل کرنا چاہیے! علم کی اہمیت اس بات سے اور بھی زیادہ صاف ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے''! بلکہ یہاں تک کہا کہ طالبِ علم کے لئے سمندر کی مچھلیاں تک دعاء کرتی ہیں۔ لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ دنیا کی ناخواندہ قوموں میں سرفہرست ہمارا نام ہے، میں نے ایک Article میں پڑھا تھا کہ اسرائیل میں Senior Secondrey تک یہودیت کی تعلیم لازمی ہے! کیوں کہ یہی اصل عمر ہوتی ہے جس میں ذہن بنتا اور بگڑتا ہے! لیکن اس کے برعکس ہمارے یہاں پوری طرح غفلت ہے! اگر تھوڑی بہت کہیں دنیاوی تعلیم ہے تو دین سے پوری طرح ناآشنائی ہے۔ مجھے یہ لکھتے ہوئے بے حد تکلیف ہو رہی ہے کہ ہمارا مسلم معاشرہ نہ جانے کس طرف جا رہا ہے! ایسا لگتا ہے جیسے آج علم کا رشتہ پروردگار سے ٹوٹ گیا ہے! ایک طرف وہ مسلم لوگ ہیں جو علم سے پوری طرح ناآشنا ہیں اور دوسری طرف آج کے دور میں ہم Job Oriented کر رہے ہیں! صرف دنیاوی ڈگری حاصل کرنے بھر سے علم سیکھ اور سمجھ نہیں سکتے! ڈگری یافتہ ہونے اور تعلیم یافتہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔ میری اپنی زندگی میں دو واقعے ایسے پیش آئے جن کی حقیقت بے حد کڑوی ہے اور اس سے الگ بھی روزمرہ کی زندگی میں اپنی قوم کے ایسے حالات دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں، جنہیں دیکھ کر لگتا ہے کہ ہمارا ایک بہت بڑا طبقہ دین کی تعلیم سے پوری طرح بھٹک گیا ہے! میں نے اپنی Senior Secondrey تک کی تعلیم C.B.S.E سے حاصل کی ہے! جہاں ہم صرف چار لڑکیاں مسلم تھیں باقی سبھی غیر مسلم! ایک بار Free Period میں ہم چاروں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک میں نے اپنی ایک غیر مسلم سہیلی کو دیکھ کر کہا کہ وہ کتنی اچھی ہے لیکن شرک کرنے کی وجہ سے اسے دوزخ میں جلنا پڑیگا! اس بات پر ہم میں سے ایک مسلم لڑکی نے کہا کہ کیسی باتیں کر رہی ہو جیسے ہمارے یہاں دوزخ اور جنت ہے ویسے ہی ان کے یہاں بھی سورگ اور نرک ہے! دوسری مسلم لڑکی بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا کر کہنے لگی کہ اتنے بڑے بڑے لوگ جو غیر مسلم تھے اور جنہوں نے اپنے دیش کیلئے اتنے کام کئے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ لوگ دوزخ میں گئے ہوں! ان کی باتیں سن کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی! تیسری مسلم لڑکی میری ہمنوا تھی اب ہم دو ایک طرف تھے اور وہ دونوں اپنی بات پر اَڑی ہوئی تھیں! مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ سچائی جو ہر مسلمان کو معلوم ہونی چاہیے جس کی وجہ سے ہم مسلمان کہلاتے ہیں اسی بات کو وہ دونوں جھٹلا رہی تھیں! آخر میں ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے جاننے والے ایک مولانا ہیں، میں ان سے معلوم کر کے آؤں گی تب کل بات کریں گے! ہم بھی اس کی بات سے متفق ہو گئے! اس دن مجھے شاید کم عمری اور کم علمی کی وجہ سے اپنی ہی بات پر ڈر لگنے لگا کہ پتا نہیں اُن مولانا کو بھی یہ بات معلوم ہوگی یا نہیں! میں نے گھر آ کر اپنی والدہ سے یہ بات بتائی تو انہیں بھی بہت تعجب ہوا کہ یہی تو ہمارے مذہب کی بنیاد ہے کہ اللہ ہی کو ماننا ہے اور شرک کرنے والوں کے لئے عذاب ہے! وہ رات جیسے تیسے گزری تو اگلے دن اسکول پہونچتے ہی میں نے اس سے معلوم کیا کہ اس نے مولانا سے پوچھا یا نہیں، اس نے مجھے بتایا کہ اس نے مولانا سے معلوم کیا اور انہوں نے اسے تفصیل سے سمجھایا بھی! تب جا کر دوسری لڑکی کی بھی سمجھ میں آیا اور مجھے بھی تسلی ہوئی۔ دوسرا واقعہ میرے ساتھ علی گڑھ میں ہوا جہاں اب میں Graduation کر رہی ہوں یہ لگ بھگ ایک سال پہلے کی بات ہے! ہم ایک روم میں 5 لڑکیاں Combined Study کر رہے تھے! پڑھتے پڑھتے بات کرنے لگے تو اس دوران معلوم ہوا کہ ایک لڑکی Allahabad کی تھی اسے کلمہ تک یاد نہیں ہے! ہم چاروں کو بے حد تعجب ہوا اور اُس پر ہم نے سخت Comments کر دیا تھا تبھی ہم میں سے ایک لڑکی نے کہا اُسے ڈانٹو نہیں بلکہ کلمہ اور نماز یاد کرا دو! اسے یاد بھی ہو جائے گا اور تمہیں ثواب بھی ملے گا! اتفاق سے دو دن بعد اُس کے والد اس سے ملنے آئے! میں نے اور ایک دوسری لڑکی نے ہمت کر کے ان سے یہ بات کہی! حالانکہ مجھے خود کو بہت برا لگا کہ ہمیں ان سے نہیں کہنا چاہیے تھا لیکن ان کا جواب سن کر تو ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہی! انہوں نے کہا بیٹا بعد میں یاد کر لے گی ابھی تو امتحان ہیں، اپنی پڑھائی میں دھیان لگاؤ! مجھے بہت شرمندگی محسوس ہوئی کہ ایک مسلمان کے لئے کلمہ اور نماز سے زیادہ دنیا کا معمولی سا امتحان کتنی اہمیت رکھتا ہے! وہ یہ نہیں سوچ رہے تھے کہ دنیاوی زندگی کتنی ہے! کس کو خبر ہے کہ کب موت آ جائے! وہاں اس مالک کو کیا جواب دیں گے؟ کیا انہیں نہیں معلوم کہ اس بات کے لئے روزِ محشر ان کی بیٹی کے ساتھ ساتھ ان کی بھی پکڑ ہوگی! لیکن ہم سب کو زیادہ خوشی تب ہوئی جب اس لڑکی نے اپنے والدین کے اُلٹ امتحان کے ہی دنوں میں کلمہ اور پوری نماز یاد کر لی! بلکہ پنج وقتہ نمازیں بھی پڑھنے لگی۔

یہ دونوں واقعات میرے دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہے ہیں! مجھے بے حد افسوس ہوتا ہے کہ کیا یہ والدین اپنے گھر میں مذہب کے بارے میں بچوں کو کچھ نہیں بتاتے؟ کیا مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے سے ہی ہم مسلمان ہیں؟ کیوں جو لوگ اپنے بچوں کو English Medium میں پڑھاتے ہیں وہ انہیں دینی Basic تعلیم سے بھی محروم رکھتے ہیں؟ کیوں وہ لوگ اپنے بچوں کو صرف Doctor, Engineer اور Manager بنا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں؟ نہ جانے کتنے مسلم نوجوان ہوں گے جنہیں اپنے دین کی معلومات نہیں ہوگی جن کے والدین ان کے اچھے کیریئر کے لئے ان سے دن رات محنت کروا رہے ہوں گے! کیا والدین کا فرض صرف اتنا ہی رہ گیا ہے کہ اپنے بچوں کو دولت کمانے والی مشین بنا دیں؟ کیا ان کا فرض نہیں ہے کہ اپنی اولاد کی دنیا سنوارنے کے ساتھ ساتھ ان کی اور اپنی آخرت سنوارنے کے لئے انکی بہترین تربیت کریں اور انہیں اسلام کا سچا سپاہی بنا دیں! کیوں وہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم سونے پر سہاگہ ہے! بلکہ اگر دنیاوی تعلیم دین کی سرپرستی میں ہو تو یہی بچے اپنے دین کے لئے کتنا کام کریں گے۔ یہ تو تھی ہمارے اُس پڑھے لکھے معاشرہ کی بات جو دنیا میں اتنے کھو گئے ہیں کہ انہیں دین کی کچھ خبر ہی نہیں ہے! دوسری طرف ہمارے وہ لوگ ہیں جو دینی اور دنیاوی دونوں ہی طرح کی تعلیم سے پوری طرح غافل ہیں! جن کے اخلاق اور رہن سہن کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں! ایک جگہ میں نے پڑھا تھا کہ جس گھر میں کتابیں نہیں وہ گھر ایسا ہے جیسے جسم میں روح ہی نہ ہو! جہاں علم کی اتنی اہمیت ہے وہیں لگ بھگ آدھی مسلم آبادی کو علم سے کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔

ایک اور بڑا طبقہ ہے جو اگر دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے تو دنیاوی تعلیم سے بالکل لاتعلقی اختیار کر کے بیٹھا ہے جو ان کی دنیا کو سنوارنے کے لئے اہم ہے! دنیا سے الگ تھلگ کرنے کی ہمارے اسلام کی منشاء نہیں ہے! بدقسمتی سے دنیا تو تیز رفتاری سے بہت آگے جا رہی ہے اور مسلمان بے حد پچھڑ چکے ہیں! اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اس میں فرمایا کہ ''انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا''! مطلب صاف ہے کہ اللہ رب العزت نے خود وہ تعلیم دی جس سے دنیا اتنی آگے جا رہی ہے، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں جو زمانہ آیا ہے اس سے پہلے کبھی دنیا اتنی ترقی کر چکی تھی؟ یہ Science Technology بھی تو خدا کی ہی دین ہے! اسلام تو ہم سے صرف یہی چاہتا ہے کہ دین کی رسی مضبوطی سے تھام کر ہم اس تعلیم کو بھی حاصل کریں جو ہمیں دنیا کی دوڑ میں بھی شامل کر سکے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ''تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو دنیا کے لئے اپنی آخرت نہ چھوڑے اور آخرت کے لئے اپنی دنیا نہ چھوڑے''! لیکن ہمارے اپنے لوگ اس تعلیم سے غافل ہوئے بیٹھے ہیں! کہیں دنیاوی جہالت ہے تو کہیں دینی جہالت اور کہیں غفلت! آج مسلم معاشرہ پوری طرح بگڑ کر رہ گیا ہے! بہت سے لوگ ہیں جو معاشرہ پر کام کر رہے ہیں! میری التجاء ہے ان تعلیم یافتہ لوگوں سے جو اپنے معاشرہ کی برائیوں کو دیکھ کر یا پڑھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہ لوگ بھی مدد کے لئے آگے آئیں! اپنے علم کو عمل میں لائیں نہ کہ ضائع کریں! مجھے لگتا ہے کہ ایسے School Colleges کھولنے چاہئیں جہاں دین کی روشنی میں Science اور Technology سے روبرو کروایا جائے! جو لوگ علم سیکھ رہے ہیں وہ دوسروں تک پہنچائیں! کیوں کہ علم سیکھنا اللہ کی راہ میں جہاد جیسا ہے اور علم سکھانا اللہ کی راہ میں صدقہ ہے! علم پر عمل بھی ہو تبھی وہ صحیح معنیٰ میں تعلیم یافتہ کہلایا جا سکتا ہے! حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ''بغیر علم کے عمل بے کار ہے اور بغیر عمل کے علم بیکار سا ہے۔ کاش ہم یہ سمجھ جائیں جو ہمارا اسلام ہم سے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ توفیق دے کہ ہم سبھی نہ صرف علم سیکھیں بلکہ دوسروں تک بھی پہنچائیں اور پوری دنیا کی رہنمائی کرنے والی قوم بن جائیں۔ آمین

بقیہ مکتوب اور مراسلہ نگاری کی روایت............ فارسی میں مکتوب نگاری کی مقبولیت کی وجہ سے مکتوب نگاری کے فن پر کئی کتابیں بھی لکھی گئیں، ان میں منیر لاہوری کی انشائے منیری، چندر بھان برہمن کی چہار چمن اور مادھوراؤ کی انشاء مادھوراؤ کا خاص طور سے ذکر کیا جا سکتا ہے۔

انگریزی میں جیم ہال (Jame Hall) کے مکتوب کو پہلا نمونہ قرار دیا جاتا ہے Ferry Queen اور Kids, Charles Lane, Edmand Spencer اور Shally مختلف ادوار میں انگریزی مکتوب نگاری کے لئے جانے جاتے رہے ہیں، ایک نام Browny کا بھی ہے، جس کے مکتوب کو انگریزی میں خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ اردو میں مکتوب نگاری کا آغاز فورٹ ولیم کالج سے قبل ہو چکا تھا، عموماً رجب علی بیگ سرور اور غلام غوث بے خبر کو پہلا مکتوب نگار قرار دیا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر عبداللطیف اعظمی، گیان چند جین اور عنوان چشتی نے 6 دسمبر 1822ء کو حسام الملک بہادر کے اس مکتوب کو پہلا قرار دیا ہے جو انہوں نے اپنی بڑی بھابھی نواب بیگم کے نام لکھا تھا۔ حسام الملک کرناٹک کے آرکاٹ کے رہنے والے تھے اور نواب والا جاہ کے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ خلیق انجم نے جان طپش اور راسخ عظیم آبادی کی باہمی مراسلت کا تذکرہ کیا ہے جان طپش 1814ء میں اور راسخ عظیم آبادی نے 1822ء میں دنیا سے رخت سفر باندھا، گارساں دتاسی نے اردو کے اٹھارہ خطوط کو جمع کیا، جن میں قدیم خط 1810ء کا ہے۔ شعری مکتوبات کا رخ کریں تو شیر محمد خاں ایمان کی کلیات میں منظوم خط 1806ء میں شائع ہوا، ان سے بہت پہلے 1861ء میں مرزا یار علی بیگ سرور اور میر ابراہیم حیوان کے ایک دوسرے کے نام منظوم خطوط ملتے ہیں، اس طرح اب بھی یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے کہ اردو کا پہلا خط کس نے لکھا، کس کو لکھا اور مکتوب کے مندرجات کیا تھے۔ ان امور سے قطع نظر دیکھیں تو غالب نے اسے فن بنا دیا، ان کے مجموعے عودِ ہندی، اردوئے معلیٰ، مکاتیب غالب، مہر غالب میں ان کے مکتوب نگاری کے فن کو دیکھا جا سکتا ہے۔

غالب کے بعد جو مکاتیب کے مجموعے شائع ہوئے ان میں مکاتیب سرسید، مکاتیب حالی، مکاتیب شبلی، مرزا رجب علی بیگ سرور کا انشائے سرور، صفیہ اختر کے خطوط زیر لب، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کے ''مکاتیب سجاد'' مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ''مکتوبات ماجدی'' خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے غبار خاطر میں مکتوب نگاری کو نئے رنگ و آہنگ سے روشناش کرایا، ادب عالیہ کے طور پر ان مکاتیب کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد کے دوسرے مجموعۂ مکاتیب بھی ہیں، جن میں مکاتیب ابوالکلام آزاد، نقشِ آزاد اور کاروان خیال کا ذکر آتا ہے، ڈاکٹر غلام شبیر رانا کی ''مشاہیر ادب کے خطوط'' بھی اس موضوع پر پیش بہا اضافہ ہیں، جن میں درجنوں ادباء کے خطوط شامل ہیں۔ قاضی جلال ہری پوری کے مکاتیب کا مجموعہ، آئینۂ خیال، اس کے علاوہ ''اوراق جاوداں'' جواہر لال نہرو کے خطوط بیٹی کے نام، بہادر یار جنگ کے خطوط مشاہیر کے نام، مولانا مناظر احسن گیلانی کا مجموعہ مکاتیب گیلانی مرتبہ حضرت امیر شریعت رابعؒ اور خود امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے خطوط کی چار جلدیں مسمی ''مکتوبات رحمانی'' اور ڈاکٹر امام اعظم کے نام خطوط کا مجموعہ چٹھی آئی ہے بھی مکتوب اور مراسلہ نگاری کی ترقی پذیر شکل ہے۔

جاں نثار اختر کے صفیہ کے نام لکھے گئے خالص رومانی خطوط کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ خطوط چاہے کسی زبان میں لکھے گئے ہوں، ان کے اقسام تقریباً یکساں ہوتے ہیں، نجی خطوط، سرکاری خطوط، رسمی خطوط، عمومی خطوط وغیرہ۔ خطوط کے سارے اقسام ان میں سما جاتے ہیں، البتہ ان خطوط کے لکھنے کے طریقے موضوعاتی اور زبان کے اعتبار سے الگ الگ ہوتے ہیں اور ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ان تمام حالات و ادوار سے گزر کر جب مکتوب نگاری ہمارے عہد میں پہونچی تو ہم جیسوں کے خطوط بھی ''آدھی ملاقات'' اور دوسروں کے بھیجے ہوئے خطوط ''نامے میرے نام'' اور انوار الحسن وسطوی کے اخباری مراسلے بھی سامنے آئے جو چھپ کر مقبول ہو چکے ہیں۔

دینی مدارس پر شب خون مارنے کی تیاری!

ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاھد

ملک میں اس وقت جن طاقتوں کے قبضہ میں اقتدار کی کنجیاں ہیں وہ اس ملک کے عوام اور خاص طور پر مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی اور دستوری حقوق کو سلب کر لینا اپنا فطری حق ماننے لگی ہیں۔ اسی لیے ہر تھوڑے دن بعد کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ کر مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے۔ کبھی مسجدوں میں دی جانے والی اذان پر پابندی کے لیے قوانین بنائے جاتے ہیں اور کبھی مسلمانوں کی عیدگاہوں میں گنیش کی مورتی نصب کر کے ایک مقدس مقام کو شرک کی آلودگیوں سے ناپاک کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی مسلم طالبات کا حجاب میں تعلیم حاصل کرنا ان کو کھٹکنے لگتا ہے اور کبھی دو سو سال سے اس ملک کی تہذیب و تمدن کو سنوارنے والے دینی مدارس ان کو دہشت گردی کے اڈے نظر آنے لگتے ہیں۔ غرض یہ کہ کسی نہ کسی طرح ملک میں مذہبی منافرت کے جنون کو بڑھانے اور اکثریت کے ذہن کو مسلمانوں کے خلاف کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ دنوں آسام میں جس انداز سے دینی مدارس کے خلاف وہاں کی بی جے پی حکومت نے جس تعصّب اور کھلی فرقہ پرستی کا بدترین مظاہرہ کیا وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اب اس ملک میں آئین اور قانون کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کے دستوری حقوق اور آزادیوں کو کھلے عام سلب کر لیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف غیر قانونی طاقت کا استعمال اور ان کو خوفزدہ کرنے کے سارے حربے ان دنوں دیکھے جا رہے ہیں۔ اتر پردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ کی بی جے پی حکومت نے ظلم اور ناانصافی کے خلاف پرامن احتجاج کرنے والوں کے مکانات پر بلڈوزر چلا دیے۔ مسلم نوجوانوں کو فرضی مقدمات میں ماخوذ کر دیا گیا اور اب یہی بربریت اور شقاوت کے ہولناک منظر آسام میں نظر آ رہے ہیں۔ آسام میں جب سے بی جے پی کو اقتدار ملا ہے، اس وقت سے ہی آسام کے مسلمان سخت آزمائش اور ناقابل بیان مصائب و مشکلات کے دور سے گزر رہے ہیں۔ آسام میں بی جے پی کو پہلی مرتبہ 2016 میں حکومت بنانے کا موقع ملا۔ اس وقت سے ہی بی جے پی ریاست میں زہریلی سیاست کا کھیل رچانے کی تیاری میں لگ گئی۔ چنانچہ 2019 میں یہیں سے این آر سی کا مسئلہ شروع ہوا۔ پھر مرکز کی بی جے پی حکومت نے سی اے اے کا سیاہ قانون ملک میں نافذ کرنے کی کوشش کی۔ ان دونوں قوانین کے ذریعہ مسلمانوں کو دیس نکالا کرنے کی منظّم سازش رچائی گئی۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ ملک کی جمہوریت نواز اور انصاف پسند قوتوں نے ان ظالمانہ قوانین کے خلاف وہ زبردست احتجاج کیا کہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا کے کونے کونے میں اس کی گونج سنائی دی۔ دہلی کے شاہین باغ کی نڈر اور بیباک خواتین نے اپنے بے مثال عزم و ہمت کی ایک تاریخ رقم کرتے ہوئے دنیا کو پیغام دیا کہ ظلم اور ناانصافی کے خلاف خاموشی ایک جرم عظیم ہے۔ سی اے اے۔ این آر سی کے خلاف اٹھنے والی شدید مزاحمت سے خود حکومت پریشان ہو گئی اور وہ اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اپنی اس ناکامی کا نزلہ اب آسام میں دینی مدارس پر بلڈوزر چلا کر نکالا جا رہا ہے۔ یہ وہ مدارس ہیں جہاں معصوم بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ بچے اکثر غریب خاندانوں کے ہوتے ہیں۔ آخر ان بے قصور بچوں کو کس بات کی سزا دی گئی ہے کہ راتوں رات ان کے مدرسے منہدم کر دیے گئے اور انہیں بارش اور سردی میں زیر آسمان رہنے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہ کیسا قانون ہے کہ کسی مبینہ دہشت گرد کی کارستانی پر ناکردہ گناہ بچوں سے اس کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ یہ بھی کھلی دہشت گردی ہے۔

اس وقت آسام اور اتر پردیش میں دینی مدارس کے خلاف وہاں کی حکومتوں کا رویہ انتہائی خطرناک ہو چکا ہے۔ آسام میں تین مدارس کو حکومت کے کارندوں نے جس انداز میں منہدم کر دیا اس کا کوئی قانونی جواز حکومت فراہم نہیں کر سکتی۔ پہلے یہ دعویٰ کیا گیا کہ ایک دینی مدرسہ کے استاذ دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ملوث پائے گئے۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ ان کے تعلقات القاعدہ اور بنگلہ دیش کی کسی دہشت گرد تنظیم سے ہیں۔ ان کو پولیس نے گرفتار بھی کر لیا ہے۔ لیکن تادمِ تحریر آسام کی کوئی تحقیقاتی ایجنسی ان کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکی۔ مبینہ طور پر دہشت گردی میں ملوث ہونے والے شخص کی گرفتاری کے بعد تین مدرسوں کو بغیر کوئی قانونی نوٹس دیے منہدم کر دینا کیا یہی ملک میں قانون کی حکمرانی کا ثبوت ہے۔ سب سے پہلے تو کسی پر الزام لگا دینا بڑا آسان ہے لیکن اسے ثابت کرنا اس لیے مشکل ہے کہ اس کا کوئی ثبوت حکومت کے پاس نہیں ہوتا۔ اب حکومت کی جانب سے یہ جواب آ رہا ہے کہ مدرسوں کی یہ عمارتیں غیر قانونی طور پر تعمیر کی گئی تھیں، اس لیے انہیں منہدم کر دیا گیا۔ حکومت کے اس موقف کو بھی مان لیا جائے تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیا سارے ہندوستان میں جو بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں کیا وہ سب حکومت کی اجازت سے تعمیر ہو رہی ہیں؟ اگر سوال نفی میں ہے تو پھر کیوں ان کو منہدم نہیں کیا جا رہا ہے۔ بغیر اجازت تعمیر کی گئی عمارتوں کو ڈھانے کے لیے کچھ اصول اور ضوابط حکومت نے بنائے ہیں۔ اس پر عمل کیے بغیر اچانک اس قسم کی بے رحمانہ کارروائیاں کسی مخصوص طبقہ کے خلاف کرنا حکومتوں کی بدنیتی اور ان کی تنگ نظری کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ گزشتہ کئی دہوں سے آسام میں مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کرنے کے حربے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ 2016 سے پہلے بھی جب کہ وہاں بی جے پی کی حکومت نہیں تھی، آسام کے مسلمانوں کو چین کی زندگی میسر نہیں رہی۔ جب سے آسام میں غیر ملکی باشندوں کا مسئلہ شروع ہوا، مسلمانوں کے لیے آسام جہنم زار بنتا گیا۔ اس میں سابق کانگریس حکومت کا رول بھی کچھ کم نہیں ہے۔ 1979 میں غیر ملکی باشندوں کے خلاف شروع کی گئی تحریک غیر آسامیوں کو آسام سے بھگانے کی تھی، لیکن بعد میں اس کا رخ آسامی مسلمانوں کی طرف ہو گیا۔ یہ پروپیگنڈا زور و شور سے ہونے لگا کہ بنگلہ دیش کے مسلمان آسام میں لاکھوں کی تعداد میں آ گئے ہیں۔ یہ کہا جانے لگا کہ اس سے آسام میں مسلمانوں کی آبادی آئندہ سالوں میں ہندوؤں سے بڑھ جائے گی۔ جب آسام میں پہلا این آر سی کرایا گیا تو مسلمانوں کی اکثریت کو غیر قانونی باشندے قرار دے کر ملک سے نکالنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن جب دوسری مرتبہ این آر سی ہوا تو نتیجہ کچھ دوسرا ہی نکلا۔ اس سے گھبرا کر موجودہ چیف منسٹر ہیمنت بسوا شرما اپنی سیاسی دکان چمکانے کے لیے مسلمانوں کے دینی مدارس پر حملہ کر رہے ہیں۔ چیف منسٹر کی گدّی سنبھالتے ہی انہوں نے یہ فرمان جاری کر دیا تھا کہ اب آسام میں کسی دینی مدرسہ کو کوئی سرکاری امداد نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے اسی وقت دینی مدارس کو بند کر دینے کا اشارہ دے دیا تھا۔ اس لیے دینی مدارس پر دہشت گردی کا الزام لگا کر انہیں منہدم کیا جا رہا ہے۔ ان کے اس غیر انسانی اقدام پر ان کے سیاسی آقا بھی خوش ہیں کہ کم از کم ایک ریاست میں اس طرح کارروائیاں ہوں گی تو دوسرے بھی آگے بڑھیں گے۔ آسام کی حکومت اس قسم کے جارحانہ اقدامات کے ذریعہ جہاں دستور اور قانون کی دھجیاں اُڑا رہی ہے وہیں مسلمانوں اور خاص طور پر دینی مدارس کے سربراہوں کو خوفزدہ کرنے کی بھی کوشش کر رہی ہے۔ اس انہدامی کارروائی کے بعد بھی پولیس کے خطرناک تیور بدلے نہیں ہیں اور وہ ان مدارس کے ذمہ داروں سے یہ ٹھوس تیقن لے رہی ہے کہ وہ اس معاملے میں حکومت اور پولیس سے ہر قسم کا تعاون کریں گے۔ آسام کے ساتھ اب یو پی میں بھی دینی مدارس کو نشانہ بنانے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ یو پی کی یوگی حکومت نے ریاست کے تمام ضلع مجسٹریٹس کو یہ حکم نامہ جاری کر دیا کہ وہ ستمبر تک تمام غیر سرکاری مدارس کا سروے کر کے اس کی رپورٹ حکومت کو پیش کریں۔ دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ اس سروے کا مقصد ان مدارس میں دستیاب سہولتوں کا جائزہ لینا ہے اور درکار سہولتوں کو فراہم کرنا ہے۔ بظاہر بات تو اچھی لگتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سرکاری اسکولس میں حکومت کتنی سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ کیا سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کی تعلیمی ضروریات پر کبھی حکومت نے توجہ دی۔ کیا ان بچوں کو ہر مضمون کے اساتذہ میسر ہیں؟ ان کو نصابی کتابیں تعلیمی سال کے آغاز پر مل جاتی ہیں ان کی صحت اور تندرستی کے لیے حکومت نے کوئی اقدامات کیے ہیں؟ قانونِ حقِ تعلیم پر کتنا عمل ہو رہا ہے؟ کیا حکومت نے اس قانون کے مطابق واقعی اپنے ٹارگٹ حاصل کر لیے ہیں۔ جب یہ سب نہیں ہو سکا تو غیر سرکاری مدارس کا سروے کیا معنی رکھتا ہے۔ یوگی حکومت نے پہلے ہی یو پی مدرسہ ایجوکیشن کونسل سے دینی مدارس کو خارج کر کے انہیں غیر مسلمہ قرار دے دیا ہے۔ اب ایسے ہی مدرسوں پر شب خون مارنے کے لیے سروے کا شوشہ چھوڑا گیا ہے۔ یوگی حکومت اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاتی ہے تو مسلمانوں کے کئی نامور اور تاریخی مدارس کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا۔ غیر سرکاری مدارس کے سروے کے پسِ پردہ یوگی حکومت کے جو عزائم ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ وہ ایک تِیر سے کئی نشانے لگا رہے ہیں۔ سروے کے ذریعہ اس بات کا پتہ چلایا جائے گا کہ آیا مدرسہ کی عمارت حکومت کی اجازت سے بنائی گئی ہے یا نہیں؟ وہاں پڑھانے والے اساتذہ اور تعلیم پانے والے بچوں کی تفصیلات درج کی جائیں گی۔ اس کے بعد ہراسانی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس لیے ہر سطح پر حکومت کے اس حکم نامہ کی مخالفت کرنا ضروری ہے۔ جب دستورِ ہند نے اپنے شہریوں کو اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور دیگر انتظامات کرنے کا حق دیا ہے تو اس میں حکومت کو مداخلت کرنے کی ہرگز دستور اجازت نہیں دیتا۔ آسام اور یو پی میں جس انداز سے دینی مدارس پر شکنجہ کسا جا رہا ہے اس سے فرقہ پرست قوتوں کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ یہ آندھی صرف یو پی اور آسام تک محدود نہیں رہے گی۔ پورے ملک میں دینی مدارس کے خلاف ایک محاذ کھڑا کیا جائے گا کہ ہر عام شہری یہ محسوس کرے گا کہ آیا مسلمانوں کے دینی مدارس واقعی ملک کی سالمیت اور یکجہتی کے لیے خطرہ بن گئے ہیں۔ اُس پُرآشوب دور کے آنے سے پہلے جب کہ خدانخواستہ ملک کی رائے عامہ بھی فرقہ پرستوں کے زہریلے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر ہندوستانی مسلمانوں اور ان کے مدارس کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے، مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی اور ملی قیادت کو نوشتہ دیوار پڑھتے ہوئے آئندہ کا لائحہ عمل فوری طے کرنا ہوگا۔ دینی مدارس پر آنچ آ جائے اور مسلمانوں کے بعض مذہبی رہنماء حکومت کو یہ یقین دلانے میں لگ جائیں کہ ہم آپ کی ساری کارستانیوں میں آپ کا ساتھ دینے تیار ہیں تو پھر آپ کو تباہ کرنے میں دشمن کو زیادہ محنت نہیں لگے گی۔ صدمہ اور افسوس اسی بات کا ہے کہ آپ کی تباہی کے سارے سامان ہو رہے ہیں اور آپ فرقوں اور مسلکوں میں بَٹ کر ساحل سے طوفان کا نظارہ کر رہے ہیں۔ بعض گوشوں سے یہ بات آ رہی ہے کہ حکومت نے فلاں مسلک کے مدرسہ کو منہدم کر دیا، لیکن یاد رکھیے کہ کل یہ مصیبت آپ پر بھی آ سکتی ہے۔ جنگ، مسلک یا فرقہ کو مٹانے کی نہیں ہے بلکہ ہر کلمہ گو ان کی نظر میں کھٹک رہا ہے۔ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آیا آپ امت واحدہ کا ثبوت دیں گے یا خانوں میں بٹ کر دشمن کے لیے نرم چارہ بن جائیں گے۔

صورت شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
(اقبالؒ)

عہد حاضر میں سیاست، صحافت اور تعلیم

ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی

سماج ایک زندہ حقیقت ہے اور سماج میں ہونے والی تبدیلیاں بھی بڑی اہم ہوتی ہیں۔ نیز ان کے مثبت و منفی اثرات کا مرتب ہونا بھی بدیہی ہے۔ سماج میں رہنے والے طبقات فطری طور پر نئی چیزوں اور جدید علوم و معارف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور سماجی و معاشرتی تبدیلیوں کو فال نیک بھی تصور کر لیتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ تبدیلیاں نوع انسانی کے لئے ضروری اسی وقت ہوتی ہیں۔ جب ان کا فائدہ حاصل ہو۔ اہل خرد جب ان تبدیلیوں اور ان کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہیں تو پھر بہت ساری باتیں ایسی ظاہر ہوتی ہیں جو بظاہر تو اچھی اور قابل اتباع محسوس ہوتی ہیں، لیکن حقیقت میں ان سے وہ فائدہ سماج اور قوم کو نہیں ہو پاتا ہے جو ہونا چاہیئے، یا جس کی خاطر معاشرے نے وہ نظریہ، تبدیلی یا فکر اختیار کی ہے وہ مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ اس تناظر میں ہم موجودہ سماج کا تجزیہ کریں تو ہمیں سیاست سے لے کر تعلیمی و تحقیقی میدان میں کئی طرح کی تبدیلیوں کا علم ہوگا۔ سیاست جو کہ ایک اہم اور قابل قدر شعبہ ہے۔ اس سے سماج میں معاشی، فلاحی اور دیگر کئی چیزیں وجود میں آتی ہیں جو قوموں، ملکوں اور معاشروں کی خوش حالی کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ گو یہ انسانی خدمت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اب اس شعبہ میں جو تبدیلی آئی ہے اس سے سماج پوری طرح واقف ہے۔ یعنی یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ سیاست کی تعبیر و تشریح اور اس کی روپ ریکھا جو سماج کے سامنے پیش کی جارہی ہے اس میں تنگ نظری، بھید بھاؤ اور جانب داری جیسی چیزیں شامل کر لی گئی ہیں۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اب اہلیان سیاست کا مقصد سماجی و معاشرتی کامرانی قطعی نہیں ہے، بلکہ ذاتی زیادہ نظر آتا ہے۔ اب سیاست کے نام پر سماج میں دوریاں پیدا کی جارہی ہیں۔ ہندوستان جیسے تکثیری سماج میں مذہب کے نام پر سیاست کی جارہی ہے۔ شعوری طور پر ایک خاص کمیونٹی کی تاریخ و تہذیب اور اس کی ثقافت کو کالعدم قرار دیا جارہا ہے۔ ہندو و مسلم کے رشتے کو جان بوجھ کر کمزور کرنے کی جدو جہد ہورہی ہے۔ اسی طرح اور دیگر چیزیں ایسی رونما ہورہی ہیں جو سماج کو کمزور تر کرتی دکھائی دے رہی ہیں۔ اس لئے سماج میں وہ چیزیں دکھائی نہیں دیتی ہیں، جن کا تذکرہ کوئی سیاست داں انتخابی ریلی میں کھڑے ہو کر کرتا ہے۔

یاد رہے سماج میں یہ تبدیلی مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ اب ضروری ہے کہ سیاست جیسے میدان کو ہر طرح کی بدعنوانی سے دور رکھا جائے۔ اور ان خطوط پر سیاست کی جائے جن سے معاشرے میں ہم آہنگی، توازن، برداشت و تحمل اور باہم احترام و توقیر کا جذبہ موجزن ہو۔ تمام ادیان و مذاہب اور افکار و خیالات کے لوگ میل ملاپ سے رہیں۔ انسانی وحدتوں اور اکائیوں میں اتحاد و اشتراک کا رشتہ قائم ہو۔ صحافت اور ذرائع ابلاغ بھی ہمارے سماج کا اٹوٹ حصہ ہیں۔ صحافت اور ذرائع ابلاغ کی جس قدر ضرورت ہے اور اس کے جو فوائد ہیں وہ کسی کی نظروں سے مخفی نہیں ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ میڈیا کو جو کام کرنا چاہیے تھا وہ نہیں کر رہا ہے۔ خواہ وہ الیکٹرانک میڈیا ہو، یا پرنٹ میڈیا۔ میڈیا کے زیادہ تر دھڑے اب جانبداری کا شکار ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے سماج میں نفرت و بیزاری کا ماحول بپا ہو رہا ہے۔ ہندوستان جمہوریت اور سیکولرازم کا علمبردار ملک ہے۔ ایسے ملک میں صحافت و ذرائع ابلاغ جیسے اہم شعبہ کا کسی خاص سیاسی جماعت یا برسرِ اقتدار جماعت کے لئے کام کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ آج میڈیا کا جو کردار اور رویہ ہے اس کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ بھی اب پوری طرح جانبدار ہے۔ ہندو و مسلم کے نام پر مباحثے ہوتے ہیں کہ میڈیا کا موجودہ رویہ چاپلوسانہ بھی ہے۔ رہا سوال سوشل میڈیا کا تو اس بابت یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا پر بھی زیادہ تر ان خبروں یا چیزوں کو نشر کیا جاتا ہے جن سے سماج میں نفرت اور دوری پیدا ہوتی ہے۔ جو عناصر سوشل میڈیا پر کام کر رہے ہیں یا انہیں جو طاقتیں استعمال کر رہی ہیں وہ سماج کی ہمدردی بہی خواہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تو چاہتی ہی یہی ہیں کہ معاشرے میں بدامنی اور نا اتفاقی پیدا ہو، سماج میں مذہب و دھرم کے نام پر دوریاں بڑھیں اور پھر اس کا سیاسی فائدہ براہ راست ان طاقتوں کو حاصل ہو۔ سماج میں رہ رہے تمام طبقات یہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ سیاست و صحافت میں جو کھیل کھیلا جارہا ہے اسے پوری طرح سمجھیں اور کسی چینل یا پھر کسی بھی نام نہاد سیاسی نیتا کے ورغلانے میں ہرگز نہ آئیں۔ تعلیم قوموں اور معاشروں کی ترقی کے لئے لازمی شئے ہے۔ جو قوم اور معاشرے زیور تعلیم سے آراستہ نہیں ہوتے ہیں، سماج میں ان کی کوئی بھی وقعت نہیں ہوتی ہے۔ تعلیم و تحقیق کے توسل سے فکر و نظر میں وسعت و کشادگی اور توازن و اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ اچھائی برائی کی تمیز کے لئے بھی تعلیم کی بنیادی ضرورت ہے۔

سوال یہ ہے کہ تعلیم جو کہ معاشروں اور قوموں کو مہذب و باشعور بناتی ہے۔ کیا آج بھی تعلیمی اداروں کے کھولنے اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کا مقصد باشعور اور اچھا انسان بننا ہے؟ اگر ہم موجودہ تعلیمی منظر نامہ کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اب تعلیم حصول منفعت اور دولت کمانے کا ذریعہ سمجھ کر حاصل کی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں تعلیم یافتہ افراد اور تعلیمی اداروں کی کثیر تعداد ہے۔ لیکن ان کا سماج پر جو اثر مرتب ہو رہا ہے اس سے ہم سب بخوبی واقف ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ اسکولوں اور کالجوں کی آسمان چھوتی فیس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہم تعلیم کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں یا پھر اس کے ذریعہ دولت بٹورنی ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں، جو کسی بھی سوسائٹی کو آگے لے جانے کے لئے مفید نہیں ہیں۔ ایک بات اور، وہ یہ کہ ہم چاہتے ہیں کہ سماج تعلیمی میدان میں خوب آگے بڑھے، فکر و نظر میں وسعت پیدا ہو۔ ہماری نئی نسل اور قوم تعلیم حاصل کر کے پالیسی ساز بنیں، تو پھر ضروری ہے کہ سماج کے تمام لوگوں کو اس جانب متوجہ کرنا ہوگا، خصوصاً اس طبقہ کو جو غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا پا رہا ہے۔ یہ تینوں شعبے سماج کی ترقی اور عروج کیلئے نہایت ضروری ہیں۔ اگر ان کا استعمال مثبت اور سماج کی ترقی کے لئے کیا جائے گا تو پھر یقینی طور پر ایک فلاحی اور صحت مند معاشرے کا وجود عمل میں آسکے گا۔ اگر یہ تبدیلیاں کسی مخصوص آئیڈیالوجی، نظریہ اور فکر و عمل کو سامنے رکھ کر کی جارہی ہیں تو پھر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا عوامی سطح پر کوئی فائدہ نہیں ہوگا، ہاں اگر ان میں جو تبدیلیاں لائی جارہی ہیں، ان کا مقصد عوامی فلاح اور جمہوری قدروں کا تحفظ ہے تو لامحالہ ان کا فائدہ معاشرے پر مرتب ہوگا۔

جھوٹ مت بولئے

سراج الدین ندوی

تمام اخلاقی برائیوں میں سب سے بڑی برائی جھوٹ بولنا ہے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے آدمی کو کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ ایک شخص آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ جنت میں لے جانے والا عمل کون سا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' اس شخص نے پھر دریافت کیا: ''یارسول اللہ دوزخ میں لے جانے والا عمل کون سا ہے؟'' آپؐ نے ارشاد فرمایا: جھوٹ بولنا، جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور جب وہ گناہ کے کام کرتا ہے تو وہ کفر کرتا ہے اور جب وہ کفر کرے گا تو دوزخ میں جائے گا۔'' (مسند احمد) آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''جھوٹ انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف۔ جھوٹ بولتے بولتے آدمی خدا کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری) بعض لوگ تفریحِ طبع، مزاح اور خوش گپّی کے لیے جھوٹ بول دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے نہ کسی کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور نہ ہی کوئی نقصان ہو رہا ہے بلکہ لوگ لطف اندوز ہو رہے ہیں، مگر یہ بھی جھوٹ ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص پر افسوس ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔'' جھوٹ کی ایک قسم یہ ہے کہ آدمی کسی بے قصور شخص کو قصوروار ٹھہرائے یعنی اس پر کوئی الزام لگائے۔ ناکردہ گناہ کی نسبت اس کی طرف کرے، یہ نہایت مذموم اور خطرناک جھوٹ اور جرم ہے۔ اسلام نے اسے ''اِفک'' بہتان سے تعبیر کیا ہے اور ایسے شخص کی سزا ۸۰ کوڑے مارنا متعین کیا ہے۔ جھوٹ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان بغیر دیکھے کسی بات کی گواہی دے یعنی جھوٹی گواہی دے۔ یہ اتنا خطرناک جرم اور جھوٹ ہے کہ قرآن نے اسے شرک کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ''تم لوگ بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی گواہی سے بچو۔'' (حج:۳۰) پیارے نبیؐ نے اس بات سے بھی منع فرمایا کہ سنی سنائی باتیں بغیر تحقیق کے بیان کر دی جائیں۔ یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا: ''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات جوں کی توں بیان کر دے۔'' جھوٹ بولنا تمام مذاہب میں گناہ ہے۔ کسی دین اور مذہب میں اسے روا نہیں سمجھا گیا۔ جھوٹ بولنے سے سماج کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ انسانیت کی ساری عمارت گر جاتی ہے۔ اس لیے جھوٹ بولنے سے بچیئے۔ ہنسی، مذاق میں بھی جھوٹ مت بولیے۔ اپنی دنیا یا کسی کی دنیا بنانے کے لیے جھوٹ کا سہارا مت لیجیے۔ جھوٹا آدمی اگر سچ بات کہے تب بھی لوگ اسے جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والا شخص اندر سے پریشان رہتا ہے کہ نہ جانے کب اس کا جھوٹ کھل جائے۔ جب انسان سچائی کے خلاف بات کرتا ہے تو اس کا ضمیر بھی اسے ملامت کرتا رہتا ہے۔ پھر جھوٹ بول کر اسے یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس نے جھوٹ میں کیا بات کہی ہے تاکہ دوسری جگہ بھی وہی بات کہہ سکے۔ جبکہ سچ بول کر آدمی اطمینان کے ساتھ اسے نہ کوئی خدشہ ہوتا ہے نہ بے چینی۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ ایسا گناہ ہے جو انسان کو کفر تک لے جاتا ہے اور جنت کا دروازہ اس کے لیے بند ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جھوٹ انسان کو فجور (گناہ) کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف۔ جھوٹ بولتے بولتے آدمی خدا کے یہاں جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔'' (بخاری)

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''منافق کی تین علامتیں ہیں۔'' جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وہ وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں خبردار کیا ہے کہ ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے انہیں آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔ ارشاد ربّانی ہے: ''جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (البقرہ:۱۰) جھوٹ بولنے والے کو تباہی کی دھمکی دی گئی ہے اور سچ بولنے والے کو نجات کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا: ''سچ انسان کو نجات دیتا ہے اور جھوٹ انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔'' ایک بار پیارے نبیؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتاؤں؟'' صحابہ نے عرض کیا: ''ہاں یارسول اللہ۔'' آپ نے فرمایا: ''شرک اور ماں باپ کی نافرمانی۔'' راوی کہتے ہیں کہ آپؐ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ اچانک اٹھ بیٹھے اور فرمایا: ''جھوٹی شہادت جھوٹی شہادت'' اور برابر یہی کہتے رہے، یہاں تک کہ ہم لوگوں نے کہا کاش آپ خاموش ہو جاتے۔ جھوٹ کی ایک قسم یہ ہے کہ سنی سنائی باتیں بغیر تحقیق کے بیان کر دی جائیں۔ جب انسان کو کسی کے بارے میں کوئی بات معلوم ہو تو پہلے اس کی تحقیق کرے محض کسی کی سنی ہوئی بات کو جوں کا توں بیان کر دینا جائز نہیں۔ یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا: ''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات جوں کی توں بیان کر دے۔'' جھوٹ کی ایک قسم یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش اور چاہت کے برخلاف کوئی بات کہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ آیئے کھانا کھا لیجئے اور آپ کہہ دیں کہ مجھے کھانے کی خواہش نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کو کھانے کی خواہش اور چاہت ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ یعنی تصنع اور بناوٹ کے لیے خلاف واقعہ کوئی بات کہہ دینا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو اور پھر یہ کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں تو کیا یہ جھوٹ ہے۔ آپؐ فرمایا: ''ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے۔'' (مسند احمد) جھوٹ کی ایک قسم یہ ہے کہ بہلانے اور پھسلانے کے لیے خلافِ واقعہ کوئی بات کہی جائے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار ہمارے گھر تشریف لائے۔ (اس وقت میں بچہ تھا) میری ماں نے مجھے بلانے کے لیے کہا۔ ''یہاں آؤ تجھے کچھ دوں گی۔'' آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''تم کہتی تو ہو مگر اس کو کچھ دینا نہیں چاہتی ہو۔'' ماں نے کہا: ''میں اس کو کھجور دے دوں گی۔'' آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تمہارا یہ جھوٹ بھی لکھا جاتا۔'' (ابوداؤد)

امام بخاریؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ انہیں معلوم ہوا کہ فلاں شخص کے پاس ایک حدیث ہے۔ آپ تو حدیث کی تلاش میں رہتے ہی تھے۔ چنانچہ دور دراز کا سفر کر کے اس شخص کے گھر پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ خالی جھولی دکھا کر گھوڑے کو اپنے پاس بلا رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ واپس چلے آئے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا آپ اتنا لمبا سفر طے کر کے اس شخص کے پاس گئے تو اس سے حدیث کیوں نہ حاصل کی؟ آپ نے فرمایا: ''وہ شخص جھوٹا ہے۔ جو شخص جانور کے ساتھ جھوٹا معاملہ کر رہا ہے وہ انسان کے ساتھ بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ ایسے شخص کی حدیث لینا جائز نہیں۔'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۴۳/۳۶۶/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ، ضلع مدھوبنی)

آرمین خاتون بنت محمد اشرف، مقام گیدر گنج، ڈاکخانہ مدنا، بلاک اندھرا، ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

محمد ذاکر حسین ولد محمد انعام الحق، مقام گیدر گنج، ڈاکخانہ مدنا، بلاک اندھرا، ضلع مدھوبنی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول آرمین خاتون بنت محمد اشرف ساکنہ مذکورہ نے دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ، ضلع مدھوبنی میں آپ فریق دوم محمد ذاکر حسین ولد محمد انعام الحق کے خلاف عرصہ چار سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۲۰۲۲ء روز بدھ بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ گواہان کم از کم دو ایسے معتبر مرد مسلم یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں، جو معاملہ ہٰذا سے براہ راست واقف ہوں۔ تاریخ سماعت کے دن آپ اپنا اور اپنے گواہوں کا آدھار کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ضرور ساتھ لائیں۔
واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہٰذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳/۲۰۳۴/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ڈھاکہ، مشرقی چمپارن)

ناصرین خاتون بنت شیخ سلام، مقام موچیاٹولہ، ڈھومنگرم، پوسٹ موچیا، بلاک پھنہرہ، ضلع مشرقی چمپارن۔ فریق اول

بنام

محمد صغیر عالم ولد شکراللہ، مقام چک چوہانی، ٹولہ، خیروا، پوسٹ گڑھیا، بلاک مہسی، ضلع مشرقی چمپارن۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہٰذا میں آپ کی بیوی فریق اول ناصرین خاتون بنت شیخ سلام نے آپ فریق دوم محمد صغیر عالم ولد شکراللہ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ ڈھاکہ، ضلع مشرقی چمپارن، بہار میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے۔ اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت یکم ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۷؍اکتوبر ۲۰۲۲ء روز جمعرات کو بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ گواہان کم از کم دو ایسے معتبر مرد مسلم یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں، جو معاملہ ہٰذا سے براہ راست واقف ہوں۔ تاریخ سماعت کے دن آپ اپنا اور اپنے گواہوں کا آدھار کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ضرور ساتھ لائیں۔
واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہٰذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۴/۵۵۵/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ خیر العلوم بردونی، ضلع سمستی پور)

حنا پروین بنت مولیٰ بخش، مقام دھگجری ۲، ڈاکخانہ ٹارا، بلاک سنگھیا، ضلع سمستی پور۔ فریق اول

بنام

محمد فرید ولد نورحسن، مقام دودھ پورہ ۲، ڈاکخانہ منگل گھاٹ، بلاک حسن پور، ضلع سمستی پور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہٰذا میں آپ کی بیوی فریق اول حنا پروین بنت مولیٰ بخش نے آپ فریق دوم محمد فرید ولد نورحسن کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ خیر العلوم بردونی، ضلع سمستی پور میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے۔ اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۶؍ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ مطابق یکم نومبر ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ گواہان کم از کم دو ایسے معتبر مرد مسلم یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں، جو معاملہ ہٰذا سے براہ راست واقف ہوں۔ تاریخ سماعت کے دن آپ اپنا اور اپنے گواہوں کا آدھار کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ضرور ساتھ لائیں۔
واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہٰذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

ملت کے مسائل کے حل کے لیے تنظیم امارت شرعیہ کے مقامی ذمہ داران اپنی قربانیاں پیش کریں: مفتی محمد سہراب ندوی

تنظیم امارت شرعیہ مظفر پور کی ضلع وبلاک کمیٹیوں کے ارکان نے مشاورتی اجلاس میں کی شرکت۔ ملت کے درپیش مسائل اور مختلف ایجنڈوں پر غور وخوض

آج پوری ملت اسلامیہ مختلف پریشانیوں اور مشکلات میں گھری ہوئی ہے، مرکزی حکومت اور بعض سماج مخالف عناصر کی جانب سے ایسے حالات پیدا کردئے گئے ہیں کہ لوگ درد سے کراہ رہے ہیں، ہر سطح پر آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کی تعلیمی معاشی اور سماجی صورتِ حال کو بہتر سے بہتر بنانے کیلئے چوطرفہ کوشش کی جائے، کون سے کام سرکار کے کس محکمہ کے ذریعہ انجام پاتے ہیں، سرکار کی جانب سے اقلیتوں کو کیا حقوق ومراعات حاصل ہیں؟ تعلیمی سہولیات کیا کیا ہیں؟ وہ کون سے کام ہیں جن کے لیے سرکار کی اسکیمیں چل رہی ہیں، سرکاری کاغذات ودستاویزات کی درستگی کے متعلقہ دفاتر کہاں ہیں، ان کی معلومات اور اعلیٰ تعلیم ومقابلہ جاتی امتحانات کی جانب رہنمائی کرنے جیسے کاموں کے لیے عام مسلمان پریشان رہتے ہیں۔ بے شمار سماجی مسائل ومشکلات ایسے ہیں کہ تھوڑی رہنمائی اور کاؤنسلنگ کے ذریعہ لوگوں کو بہ آسانی آرام وراحت پہنچایا جاسکتا ہے، ان سے دعائیں لی جاسکتی ہیں، ان کے گھٹن کو دور کیا جاسکتا ہے، ان کو ہر قسم کی ذہنی پریشانیوں سے نجات دی جاسکتی ہے، مگر اس کیلئے قوم وملت کے دردمند افراد کو آگے آنا ہوگا اور اپنی ضروریات ومصروفیات سے تھوڑا وقت فارغ کرنا ہوگا۔ یقیناً ایسے کام آنے والے لوگ ہی قوم وملت کی ترقی وسربلندی کا کام کرسکتے ہیں۔ معاشرہ کے ایسے ہی پریشان حال افراد کے درد کے درماں کا سامان کرنے اور ان کی آنکھوں کے آنسو پوچھنے کے لئے اللہ رب العزت نے آپ حضرات کو تنظیم امارت شرعیہ کے ضلع وبلاک کمیٹی کا ذمہ دار منتخب کیا ہے، مذکورہ باتیں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے مورخہ 15 ستمبر 2022 کو مظفر پور میں تنظیم امارت شرعیہ مظفر پور کی ضلع و بلاک کمیٹی کے مشاورتی اجلاس کے دوران حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کا پیغام سناتے ہوئے کہیں، انہوں نے ضلع اور بلاک کمیٹیوں کو موجودہ حالات میں پوری قوت وعمل کے ساتھ منظّم ہونے کی ترغیب دی اور کہا کہ اگر ہم ایسے نازک دور میں بھی ملت کے مسائل کے حل کے لیے پور مستعدی کیساتھ کھڑے نہیں ہوئے تو یہ غفلت کا عمل نتیجہ کے طور پر ہمارے لئے خودکشی کہلائیگی۔ دوسری جانب مشاورتی اجلاس مظفر پور کی نظامت کرتے ہوئے امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے اس مشاورتی اجلاس کے اغراض ومقاصد کے اہم پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کے تنظیمی ڈھانچے کو وسیع اور مستحکم کرنے کے تعلق سے حضرت امیر شریعت بے حد فکرمند ہیں، ان کی منشاء یہ ہے کہ ریاست بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی تمام مسلم آبادیوں میں تنظیم کو اس طرح منظّم اور مضبوط کردیا جائے کہ مسلمانوں کیساتھ عام انسانوں کی مدد اور ہر قسم کی رہنمائی کو گاؤں، پنچایت، بلاک اور ضلع کی سطح پر یقینی بنایا جاسکے، انہوں نے کہا کہ یہ بات یاد رکھیں آج ہماری حریف قوموں نے بڑی خاموشی کیساتھ اپنی قوتوں کو تنظیم کی شکل میں اکٹھا کرلیا ہے اور تعجب ہے کہ جس کا دل نور ایمان سے محروم ہے آج ان کی یہاں اجتماعیت واتحاد کی طاقت بھرپور نظر آرہی ہے اور ہم اہل ایمان اور صاحب قرآن ہوکر بھی تنظیم سے الگ بے شعوری کی زندگی گزار رہے ہیں جہاں ہر قدم پر ہمیں کتاب وسنت میں تنظیم واتحاد کا سبق دیا گیا ہے، نماز وحج جیسے اسلام کے بنیادی ارکان میں بھی ہمیں اللہ نے اجتماعیت کے بندھن اور امامت وامارت کے اصول وضابطہ سے الگ نہیں ہونے دیا، انہوں نے تنظیم کے طریقہ کار کو مستحکم اور باہمی ربط وتسلسل کو مزید بڑھانے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ضلع کمیٹی کی ذمہ داری پورے ضلع کی ہے وہ تمام بلاک کی نگرانی کرتی رہے اور اپنے تمام بلاکوں کے منتخب علماؤ ذمہ داران کے تعاون سے ضلع میں دینی وانسانی خدمات اور ملی سرگرمیوں کو انجام دے، اور ایجنڈہ میں دئے گئے کاموں کو زمین پر اتارنے کیلئے ضلع کے صدر وسکریٹری حضرات وقفے وقفے سے بلاک کے اصلاحی وتنظیمی دورہ کا نظام بنائیں اور سفر کریں، اسی طرح بلاک کمیٹی اپنی تمام پنچایتوں کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنائے اور وہاں کے ذمہ داروں کے ساتھ مل کر بلاک کی سطح پر رات ودن لگ کر قوم وملت کے کام آنے کا مزاج بنائے، نیز ضلع وبلاک اور پنچایت کمیٹی اپنے کاموں کا جائزہ لینے کے لیے ہر دو تین ماہ پر اپنے اپنے ارکان کیساتھ میٹنگ کا انعقاد بھی کرتی رہے۔ تمام موجود ذمہ داران حضرات کو ان کی تنظیمی ذمہ داری بتاتے ہوئے انہیں امارت شرعیہ کی جانب سے مطبوعہ گائڈ لائن اور مکمل ضابطہ عمل بھی کیلنڈر کی شکل میں دیا گیا جس میں ان کے کرنے کے ملی وسماجی فلاحی وتعلیمی کام لکھے ہوئے ہیں۔ اس میٹنگ کے ایجنڈوں میں اہم نکات اس طرح تھے: مکاتب دینیہ کا قیام واستحکام، پنچایت سطح پر کمیٹی کی تشکیل، تنظیم مظفر پور کے ضلع دفتر میں کمپیوٹر و پرنٹر کی فراہمی اور دیگر ضروریات کی تکمیل کے ذریعہ دفتر کو فعال بنانے پر زور، کمیٹیوں میں خالی عہدوں کیلئے مجوزہ ناموں کی فراہمی، بلاک وپنچایت میں نئی نسل اور مسلم بچیوں کی دینی تعلیم وتربیت پر غور، مسلم آبادیوں میں ہفتہ وار خواتین کا دینی اجتماع، اوقاف اور مدارس ومساجد کے تحفظ کیلئے اہم کاغذات کی تیاری اور رجسٹریشن پر غور وخوض اور دوروزہ فکری وعملی تربیت کی تاریخ انعقاد پر غور جیسے اہم امور آج کے ایجنڈہ میں شامل تھے جن میں سے ہر ایک پر شرکاء سے ترتیب وار رائے بھی لی گئی جسے بطور تجاویز کے قلم بند کرلیا گیا۔

پروگرام کا آغاز مولانا بلال رحمانی صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا مشاوتی اجلاس کی صدارت امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے فرمائی اور انہوں نے ہی ایجنڈوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی جب کہ نظامت کے فرائض مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ نے انجام دئے، پروگرام کے اہم شرکاء میں جناب شعیب صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ مظفر پور، اور سکریٹری جناب شاہد اقبال، رکن شوریٰ امارت شرعیہ جناب فرید رحمانی صاحب، جناب حافظ صبغت اللہ رحمانی صاحب جوائنٹ سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ مظفر پور، نائب صدر تنظیم امارت شرعیہ مظفر پور جناب جاوید صاحب ومولانا شاہ عالم صاحب کڑھنی بلاک، جناب مولانا باذل اشرف صاحب بنی آباد وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ پروگرام کو کامیاب بنانے میں مولانا بلال رحمانی صاحب اور ائی رکن ضلع کمیٹی مظفر پور اور جناب شعیب صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ مظفر پور نے اہم کردار ادا کیا. اخیر میں صدر مجلس کی دعاء پر میٹنگ کا اختتام ہوا۔

هفتۂ رفتـــــہ

محمد اظہار

کوئی بھی حجاب پر پابندی نہیں لگاتا: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے گذشتہ کئی دنوں سے مشاہدہ کیا کہ صرف ایک کمیونٹی کی طالبات حجاب پہن کر تعلیمی اداروں میں آنا چاہتی ہے، جب کہ دیگر طالبات ڈریس کوڈ کی پیروی کرنے کو تیار ہیں اور انھیں اس پر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا کہ یونیفارم کو لازمی بنانے سے متعلق کرناٹک حکومت کے فروری کا حکم صرف ایک کمیونٹی کو نشانہ بنانے کے لیے جاری کیا گیا۔ کرناٹک میں حجاب پر پابندی کے کیس کی سماعت کرتے ہوئے جسٹس ہیمنت گپتا اور سدھانشو دھولیا کی بنچ نے بھی درخواست گزار کی عرضی سے اتفاق نہیں کیا کہ لباس پہننا ایک بنیادی حق ہے کیونکہ اس میں اظہار رائے کی آزادی شامل ہے۔ بنچ نے سینئر ایڈوکیٹ دیودت کامت سے کہا کہ آپ اسے غیر منطقی انجام تک نہیں لے جاسکتے۔ اگر لباس پہننے کا حق بنیادی حق ہے تو کپڑے اتارنے کا حق بھی بنیادی حق بن جاسکتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ کوئی بھی آپ کو حجاب پہننے سے منع نہیں کر رہا ہے۔ مسئلہ اسکول میں حجاب پہننے کے بارے میں ہے۔ (اے یو ایس)

مہاراشٹر میں 12 ایم ایل سی کی نامزدگی رد

مہاراشٹر کے گورنر بھگت سنگھ کیشیاری نے سابقہ اودھو ٹھاکرے کی حکومت کے ذریعے سال 2020 میں بھیجے گئے قانون ساز کونسل میں نامزد 12 ایم ایل سی کے نام کو واپس لینے کی منظوری دے دی۔ ریاست کی اکناتھ شندے کی حکومت نئے ناموں کی فہرست راج بھون بھیجے گی۔ گزشتہ حکومت گورنر کے کوٹہ سے 12 نام دیے تھے لیکن گورنر نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ مسٹر ٹھاکرے کے ذریعے بھیجی گئی فہرست میں شیوسینا کی ارمیلا متونڈکر، وجے کرنج کر، نتین بانوگرے پاٹل اور چندر کانت رگھونشی، این سی پی سے اکناتھ کھڑسے، راجو شیٹی، یشپال بھینگے اور آنند شندے اور رجنی پاٹل، سچن ساونت، انیرودھ وانکر، کانگریس سے مظفر حسین کے نام شامل ہیں۔ ذرائع کے مطابق بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) اور شندے کے درمیان ایم ایل سی سیٹوں کا بٹوارے کو جلد حتمی شکل دی جائے گی۔ (یو این آئی)

ایس بی آئی میں 5008 عہدوں پر بحالی کی کاروائی شروع

ملک کے سب سے بڑے بینک اسٹیٹ بینک آف انڈیا (ایس بی آئی) نے 5008 کلریکل کیڈر میں جونیئر ایسوسی ایٹ پوسٹوں کی بھرتی کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے۔ آن لائن درخواست کا عمل 7 ستمبر سے شروع ہے۔ نوٹیفکیشن کے مطابق امیدوار صرف ایک ریاست کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔ مذکورہ عہدوں پر بحالی کے خواہش مند نوجوان امیدوار sbi.co.in پر جاکر 27 ستمبر تک درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ جانکاری بہار پبلک سروس کمیشن کے ممبر امتیاز احمد کریمی نے تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں کے مفاد میں دی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امیدوار جس ریاست کے لئے درخواست فارم بھر رہے ہیں اس ریاست کی مقامی زبان (پڑھنے، لکھنے بولنے اور سمجھنے) پر عبور ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی امیدوار کی تعلیمی اہلیت تسلیم شدہ یونیورسٹی یا اعلیٰ تعلیم کے ادارے سے کسی بھی شعبے میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کئے ہوئے ہونا چاہیے۔ آخری سال کے طلباء بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ لیکن انہیں 30 نومبر 2022 تک ڈگری حاصل کر لینی ہوگی۔ امیدوار کی کم سے کم عمر کی حد 20 سال اور زیادہ سے زیادہ 28 سال ہے۔ امیدواروں کی پیدائش 2 اگست 1994 سے پہلے اور یکم اگست 2002 کے بعد نہیں ہونی چاہیے۔ عمر کا حساب یکم اگست 2022 سے کیا جائے گا۔ عمر میں پانچ سال چھوٹ ایس سی اور ایس ٹی زمرے اور او بی سی کے لیے تین سال کی ہوگی۔ مذکورہ عہدوں کے لیے سب سے پہلے آن لائن ابتدائی امتحان ہوگا۔ اہل امیدوارں کو آن لائن میں امتحان کے لئے بلایا جائے گا۔ مین امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو مقامی زبان کے امتحان سے گزرنا ہوگا۔ ابتدائی امتحان 1 گھنٹے کا ہوگا جس میں انگریزی زبان، عددی قابلیت اور استدلال کی اہلیت سے متعلق کل 100 معروضی قسم کے سوالات ہوں گے۔ ابتدائی امتحان کے لیے 100 نمبر ہوں گے۔ ابتدائی امتحان میں ہر غلط جواب پر چوتھا نمبر کاٹا جائے گا۔ درخواست کی فیس جنرل، ای ڈبلیو ایس، او بی سی، ایس ٹی، دیویانگ زمرہ کے لئے کوئی فیس نہیں ہے۔ (پریس ریلیز)

ایک بے مروت ماں اسپتال میں بچے کو جنم دینے کے بعد فرار

کہا جاتا ہے کہ ہر بچہ اپنی ماں کے دل کا ٹکڑا ہوتا ہے، ہر بچہ اس کی گود میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ماں کی محبت کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن روہتاس ضلع کے شیوساگر بلاک میں ایک بے مروّت ماں کا اپنے بچے کو جنم دینے کے بعد اسپتال سے فرار ہونے کا معاملہ سامنے آیا ہے۔ معاملہ روہتاس ضلع شیوساگر کے کمیونٹی ہیلتھ سنٹر کا ہے۔ جہاں بے مروّت ماں اپنے بچے کو جنم دینے کے صرف 4 گھنٹے کے اندر شیوساگر کمیونٹی ہیلتھ سینٹر سے فرار ہوگئی۔ اس ضمن میں وہاں کے ڈاکٹر رمن نے بتایا کہ بچہ محفوظ ہے، جسے سہسرام چائلڈ لائن بھیجا جائے گا۔ بتایا کہ ہفتہ کی رات بچے کی پیدائش سے متاثرہ خاتون شیوساگر کمیونٹی ہیلتھ سنٹر آئی تھی۔ رات 9 بجے نرس اسے ڈیلیوری روم میں لے گئی اور ڈیلیوری بھی ہوئی۔ صرف 4 گھنٹے کے اندر خاتون نے بچے کو ہیلتھ سنٹر کے کمرے میں بستر پر لٹا دیا۔ اس دوران نرس دوسری خاتون کا ڈیلیوری کرانے گئی تو وہ بچے کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔ کافی کوششوں کے بعد بھی خاتون نہیں ملی تو نرس اور ڈاکٹر نے تھانہ صدر سوشانت منڈل کو اطلاع دی۔ ڈاکٹر نے یہ بھی بتایا کہ ہم نے 5 گھنٹے کے اندر چار بار شیوساگر تھانے کو اس کی اطلاع دی لیکن تھانے کا کوئی عملہ یہاں نہیں پہنچا۔ (انجم ایڈوکیٹ)

الیکشن لڑنا بنیادی حق نہیں: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے راجیہ سبھا انتخاب کے لیے پرچہ نامزدگی داخل کرنے کے معاملے سے متعلق ایک عرضی کو خارج کرتے ہوئے کہا ہے کہ الیکشن لڑنے کا حق نہ تو بنیادی حق ہے اور نہ ہی ’عام قانون‘ (کامن لاء) کا حق ہے۔ کامن لاء حق ذاتی حق ہے جو جج کے ذریعہ بنائے گئے قانون سے آتے ہیں اور رسمی طور پر قانون سازیہ کے ذریعہ منظور قانون نہیں ہوتے۔ اسی کے ساتھ عدالت نے عرضی گذار پر ایک لاکھ روپے کا جرمانہ بھی عائد کیا۔ عدالت نے کہا کہ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اسے الیکشن لڑنے کا حق ہے۔ عوامی نمائندہ قانون 1950 میں کہا گیا ہے کہ نامزدگی کا فارم بھرتے وقت امیدوار کے نام کی تجویز کی جانی ہے۔ جسٹس ہیمنت گپتا اور جسٹس سدھانشو دھولیہ کی بنچ نے دہلی ہائی کورٹ کے 10 جون کے ایک حکم کو چیلنج کرنے والی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے یہ حکم دیا۔ دہلی ہائی کورٹ نے راجیہ سبھا انتخاب 2022 کے لئے اپنا پرچہ نامزدگی داخل کرنے کے لیے عرضی گذاری کی امیدواری طے کرنے سے متعلق ایک عرضی کو خارج کردیا تھا۔ عرضی گذار نے کہا تھا کہ 21 جون 2022 سے یکم اگست 2022 کے درمیان سبکدوش ہونے والے راجیہ سبھا ممبران کی سیٹ کو بھرنے کے لئے انتخاب کے لیے 12 مئی 2022 کو نوٹیفکیشن جاری کیا گیا تھا۔ پرچہ نامزدگی داخل کرنے کی آخری تاریخ 31 مئی تھی۔ عرضی گذار نے کہا کہ انہوں نے نامزدگی پرچہ لیا تھا، لیکن ان کے نام کی تجویز کرنے والے مناسب تجویز کنندگان کے بغیر نامزدگی داخل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ (ایجنسی)

طب وصحت

پرسکون نیند صحت مند زندگی کی علامت

کہتے ہیں انسان جو بھی محنت کرتا ہے وہ خود کو سکون دینے یا آرام پہنچانے کے لئے ہوتا ہے۔ کوئی کام ہم اپنے شوق کے لئے بھی کر رہے ہوں تو درحقیقت اس کا مقصد بھی اپنی ذات کو تسکین پہنچانا ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو اپنی زندگی کو بہتر انداز میں گزارنے کے لئے دن رات محنت کرتے اور گھنٹوں نوکریاں کرتے ہیں انہیں کام سے فراغت کے بعد سکون چاہیے۔

اپنے اندر اگلے دن کام کرنے کی خاطر توانائی جمع کرنے کے لئے بھی آرام کس قدر ضروری ہے۔ اس سے ہم سب بخوبی واقف ہیں اور اگر آپ سے پوچھا جائے کہ جسم کی تھکاوٹ دور کرنے اور اسے پھر سے کام کے قابل بنانے کے لئے کیا چیز سب سے اہم ہے تو یقیناً آپ کا جواب یہی ہوگا بہترین خوراک اور بھرپور نیند۔ دنیا کی کوئی بھی چیز اور مہنگی سے مہنگی دوا بھی آپ کے جسم کو وہ توانائی نہیں بخش سکتی جو آٹھ سے نو گھنٹے کی بھرپور نیند لینے سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسے میں کیا ہو اگر آپ شدید تھکاوٹ کے باوجود سو نہ پائیں، یا دن بھر کام کرنے کے بعد بھی بستر پر لیٹ کے بعد نیند آپ کی آنکھوں سے کوسوں دور ہو؟ یقیناً آپ کوفت کا شکار ہوں گے اور اگلے دن خود کو جسمانی اور ذہنی طور پر بھی تھکا ہوا محسوس کریں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان دن بھر کام کرنے کے باوجود رات کو سو نہ پائے؟ تو جواب ہوگا جی ہاں! ایسا سو فیصد ممکن ہے۔ انجانے میں ہم دن بھر کئی ایسے کام کر جاتے ہیں جو ہماری نیند کو شدید متاثر کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ وہ کون سے کام ہیں؟ آیئے ان کے بارے میں آپ کو قدرے تفصیل سے بتاتے ہیں۔ مناسب خوراک نہ ملنا:۔ غذا کی اہمیت کو کسی صورت بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اگر آپ دن بھر کام میں مصروف رہنے کے باعث ٹھیک سے کھا پی نہیں سکے تو ایسا ممکن ہے کہ آپ تھکاوٹ محسوس کرنے کے باوجود سو نہ پائیں۔ چاہے کتنی ہی مصروفیت کیوں نہ ہو بھرپور ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور رات کو کوئی ہلکی پھلکی چیز اپنی خوراک میں ضرور شامل کریں۔ پیٹ بھرا ہوگا تو آپ کو نیند بھی بہترین آئے گی۔

ورزش نہ کرنا:۔

اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کہ دن بھر کام کرنے کے بعد بھلا ورزش کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی مثال کچھ ایسی ہی ہے جیسے آپ کے کچن میں پکانے کے لئے ہر چیز موجود ہو، لیکن آپ کہیں کہ سب تو گھر میں موجود ہے، پھر بھلا پیٹ بھرنے کے لئے پکا کر کھانے کی کیا ضرورت ہے۔

کبھی اُٹھ کر، بیٹھ کے اور چلتے پھرتے کام کرتے رہنا ورزش نہیں ہے، بلکہ اس سے آپ کا جسم مسلسل مصروف رہنے کے باعث تھکن کا شکار ہونے لگتا ہے اور پندرہ سے بیس منٹ کے لئے پٹھوں میں کھنچاؤ پیدا کرنا نہ صرف ان کی تھکاوٹ دور کرتا ہے، بلکہ آپ ذہنی طور پر بھی خود کو پُرسکون محسوس کرتے ہیں۔ ورزش سے آپ کے جسم سے تھکن نکل جاتی ہے اور بھرپور نیند آتی ہے جبکہ ورزش نہ کرنے کی صورت میں تھکن پٹھوں میں پھنسی رہتی ہے اور آپ پوری رات بے چین رہتے ہیں۔

دوائیوں کا استعمال:۔

ہمارے ہاں کسی بھی بیماری کی صورت میں لوگ سب سے پہلے فوراً ڈاکٹر کے پاس بھاگتے ہیں اور پھر ان کا خیال ہوتا ہے کہ دواؤں کا پورا تھیلا کھانے سے وہ صحت یاب ہو جائیں گے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ آج کل کی دوائیں جسم سے ایک بیماری دور کر کے کئی نئی بیماریاں پیدا کر دیتی ہیں، لہٰذا کوشش کریں کہ دواؤں کا استعمال کم سے کم کریں اور بیماری کا علاج قوت مدافعت، غذا، بھرپور نیند اور ورزش سے کریں۔ ضرورت سے زیادہ دواؤں کا استعمال آپ کی نیند بھی متاثر کرسکتا ہے۔

Volume:62/72,Issue:35R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں
عمریں بیت جاتی ہیں دل کو دل بنانے میں
(بشیر بدر)

اقلیتوں کے مذہبی حقوق پر شرپسندوں کا حملہ

معصوم مرادآبادی

ماضی میں مرادآباد کے ایک گاؤں میں گھر کے اندر باجماعت نماز ادا کرنے والوں پر جو مقدمہ درج ہوا تھا اس پر تنازعہ کھڑا ہونے کے بعد واپس لے لیا گیا ہے، لیکن اس واقعہ نے کئی ایسے پریشان کن سوالوں کو جنم دیا ہے جو اقلیتوں کو دستور سے حاصل مذہبی آزادی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کا سیکولر دستور یہاں کی اقلیتوں کو عبادت وریاضت کی آزادی ہی فراہم نہیں کرتا بلکہ اپنے مذہب کی تبلیغ کی بھی اجازت دیتا ہے۔ دستور کی دفعہ 25اور 26 میں اس کی واضح صراحت موجود ہے۔لیکن ملک کے موجودہ ماحول میں اقلیتوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو ان کے دستوری حقوق سے محروم کرنے کی کوششیں عروج پر ہیں۔سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ کیا اب یہاں مسلمانوں کو عبادت وریاضت کے لئے بھی اجازت طلب کرنا ہوگی۔سبھی جانتے ہیں کہ نماز ایک عبادت ہے جو ہر مسلمان پر فرض کی گئی ہے۔

ہندوستان کا آئین ہر شہری کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے زندگی گزارے۔کسی کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ پڑوسی کے گھر میں جھانک کر یہ دیکھے کہ وہ کیا کررہا ہے۔کیا کھا رہا ہے یا کس طرح اپنے شب وروز بسر کررہا ہے۔کسی کی نجی زندگی میں مداخلت اخلاقی اور قانونی دونوں اعتبار سے جرم ہے۔لیکن اسے کیا کہا جائے کہ گھر کی چہاردیواری میں کچھ مسلمانوں کا نماز پڑھنا ہندو پڑوسیوں کو اتنا ناگوار گزرا کہ انہوں نے اس کے خلاف باقاعدہ ایف آئی آر درج کرائی اور باجماعت نماز پڑھنے والوں پر نفرت اور دشمنی کو فروغ دینے کا الزام لگایا۔ پولیس نے تحقیق کئے بغیر اس کی رپورٹ درج کرلی اور یہ بھی نہیں پوچھا کہ آخر نماز پڑھنے سے نفرت اور دشمنی کیسے فروغ پاتی ہے؟ قابل ذکر بات یہ ہے کہ مرادآباد کے جس گاؤں کا یہ قصہ ہے وہاں 1980 سے مسلمانوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مقامی ہندوؤں کا کہنا ہے کہ جب وہ پوجا کرنے گاؤں کے باہر جاتے ہیں تو مسلمان گاؤں میں کیوں پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ جس ویڈیو کی بنیاد پر پولیس نے 26 لوگوں کے خلاف مقدمہ درج کیا تھا، وہ جون کے مہینے کا ہے،لیکن مقامی ہندوؤں کی شکایت پر پولیس نے بلاتحقیق پہلے تو مقدمہ درج کیا اور جب اس معاملہ نے طول پکڑا تو اسے آناً فاناً واپس بھی لے لیا۔یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ نماز کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ سلسلہ مہینوں سے چل رہا ہے۔کبھی ہریانہ کے شہر فریدآباد اور گڑگاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی میں رخنہ اندازی کی جاتی ہے اور کبھی کہیں اور۔ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے کہ اسی اترپردیش کی راجدھانی لکھنؤ میں ایک نوزائیدہ مال کے اندر بعض نوجوانوں کے نماز پڑھنے کا ویڈیو وائرل ہونے کے بعد خوب تماشہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ نماز پڑھنے والوں کو جیل کی ہوا کھانی پڑی تھی۔پچھلے دنوں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک استاذ کو اس بنیاد پر نوٹس جاری ہوا تھا کہ انہوں نے سڑک کے کنارے نماز ادا کی تھی۔ جہاں کہیں کوئی نماز پڑھتا ہوا نظر آتا ہے، شرپسند اس کی اس طرح ویڈیو بناتے ہیں کہ یہ کوئی جرم کررہا ہے۔ حالانکہ یہ وہی ملک ہے جہاں دیگر مذاہب کی تمام تقریبات سڑکوں پر انجام دی جاتی ہیں اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوتا۔ پہلے دسہرے کے موقع پر صرف رام لیلا گراؤنڈ میں راون کو پھونکا جاتا تھا،لیکن اب ہر پارک میں یہ کام انجام دیا جانے لگا ہے۔

یوں تو ملک میں کئی سال سے نفرت اور تعصب کی ہوائیں چل رہی ہیں اور کمزور طبقات کا جینا حرام کیا جارہا ہے،لیکن گذشتہ ایک مہینہ کے دوران کچھ ایسے واقعات سامنے آئے ہیں جن میں صرف مسجدوں،نمازوں اور اذانوں کو نشانے پر لیا گیا ہے۔ان سلسلہ وار واقعات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کسی سوچی سمجھی سازش کے تحت مسلمانوں کی عبادت میں رخنہ اندازی کی جارہی ہے۔ پچھلے ہفتہ کیرالہ ہائی کورٹ نے ایک تجارتی عمارت کو مسجد میں تبدیل کرنے کی اجازت دینے سے انکار کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے وہ ہم سب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہائی کورٹ نے مسجد تعمیر کرنے کی عرضی مسترد کرتے ہوئے کہا کہ 'اگر کیرالہ میں بغیر کسی رہنما خطوط کے مزید مذہبی مقامات اور عبادات گاہوں کی اجازت دی جاتی ہے تو شہریوں کے لئے کوئی جگہ نہیں بچے گی۔' سوال یہ ہے کہ اگر اپنی تجارتی عمارت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے تو اس پر عدالت کو اتنا شدید اعتراض کیوں ہے؟ واضح رہے کہ ملاپورم کی ایک مسلم تنظیم نے ایک تجارتی مرکز کو مسجد میں تبدیل کرنے کی درخواست دی تھی۔اس پر ہائی کورٹ نے عبادت گاہوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 'کیرالہ کو اس کی خاص جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے 'ایشور کا استھان' کہا جاتا ہے،لیکن ہم مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں سے عاجز آچکے ہیں اور عدیم النظیر معاملوں کو چھوڑ کر کسی نئے مذہبی مقام اور عبادت گاہ کی اجازت دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔' اس معاملے میں عدالت عالیہ نے قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ 'یہ آیات مسلم فرقہ کے لئے مسجد کی اہمیت کو واضح طور پر اجاگر کرتی ہیں،لیکن مقدس قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہر کونے اور نکڑ پر مسجد ضروری ہے۔'

سوال یہ ہے کہ اس قسم کے دلائل صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی تعمیر روکنے کے لئے کیوں دیئے جاتے ہیں۔ یہ وہی عدالتیں ہیں جو کسی بھی مسجد کے نیچے مندر تلاش کرنے والوں کی عرضیاں سماعت کے لئے بلاتامل قبول کرلیتی ہیں اور اس موقع پر یہ نہیں کہتیں کہ جب مسجد کے برابر میں ہی مندر موجود ہے تو وہاں پوجا کیوں نہیں کی جاسکتی۔کیا یہ ضروری ہے کہ مسجد کے نیچے مندر تلاش کیا جائے اور دوسرے فرقوں کے مذہبی جذبات سے کھلواڑ کیا جائے۔ بنارس کی ایک ذیلی عدالت نے جس انداز میں گیان واپی مسجد کو مندر میں بدلنے کی کوششوں کا ساتھ دیا اور مسجد کی حوض میں شیولنگ تلاش کرنے والے شرپسندوں کی بن آئی، اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

مسجدوں کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی میں شرپسندوں کی رخنہ اندازی کے ساتھ ساتھ عرصہ سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے۔شرپسندوں کے مذہبی جذبات کو اس سے بھی ٹھیس پہنچتی ہے۔ یہ تمام کوششیں دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک منصوبہ بند سازش کا حصہ ہیں۔نفرت اور تعصب کے ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں کبھی کبھی امید کی کرنیں بھی نمودار ہوئی تھی جب کرناٹک ہائی کورٹ نے لاؤڈ اسپیکر سے اذان پر پابندی کا مطالبہ یہ کہتے ہوئے مسترد کردیا تھا کہ 'اذان یا اس کے الفاظ کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے بنیادی دستوری حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔' عرضی گزار منجوناتھ نے مفاد عامہ کی عرضی میں لاؤڈ اسپیکر سے دی جانے والی اذان کو روکنے کا مطالبہ کیا تھا کہ اس سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ عدالت عالیہ نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ دستور کی دفعہ 25 اور 26 رواداری کی علامت ہیں اور یہ دفعات لوگوں کو آزادانہ طور پر اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے اور ان کی تبلیغ کا بنیادی حق فراہم کرتی ہیں۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

☆ امارت شرعیہ بہار،اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ہفت روزہ ترجمان اخبار ہر سموار کو طبع ہوکر پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور سموار ومنگل دودنوں کے اندر ڈاک کے حوالہ کردیا جاتا ہے، یہ تین چار دنوں میں خریداروں تک پہونچ جاتا ہے،اگر یہ اخبار آپ تک پابندی سے نہیں پہونچتا یا ڈاکیہ ٹال مٹول کرتا ہو تو آپ اس کی اطلاع مندرجہ ذیل نمبر پر فون کرکے دفتر کو دیں تا کہ متعلقہ افسران سے رابطہ کرکے اسے آپ تک پہونچانے کی حتمی صورت نکالی جاسکے۔

☆ اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے،تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں،اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں،موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں،رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔(**منیجر نقیب**)